جامعہ اشرف العلوم "رشیدی" گنگوہ کا دینی، علمی، ادبی اور اصلاحی ترجمان

ماہنامہ

صدائے حق گنگوہ

شعبہ نشر واشاعت

جامعہ اشرف العلوم "رشیدی" گنگوہ ضلع سہارنپور (یو، پی) انڈیا

بیادگار شریف الامت حضرت مولانا الحاج قاری شریف احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ماہنامہ

صدائے حق گنگوہ

جلد ۵

شمارہ ۱۲

جمادی الاول ۱۴۴۵ھ مطابق دسمبر ۲۰۲۳ء

زرِ تعاون

		بیرون ملک	۱۵/امریکی ڈالر
فی شمارہ	۲۰/روپیے	سارک ممالک	۲۰۰۰/روپیے
سالانہ	۲۳۰/روپیے	لائف ممبر	۵۰۰۰/روپیے

خط و کتابت و ترسیل و زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ صدائے حق جامعہ اشرف العلوم "رشیدی" گنگوہ ضلع سہارنپور (یو،پی) انڈیا

MAHNAMA SADA-E-HAQ GANGOH

JAMIA ASHRAFUL ULOOM RASHEEDI, GANGOH

Distt. Saharanpur (U.P.) India, Pin 247341

E-mail : sadaehaque313@gmail.com

آئینۂ مضامین

پرنٹر وپبلشر مدیر (مولانا) خالد سیف اللہ (صاحب) نے ایم، ایس، سبھاش پریس 4/2731 چوک نواب گنج نزد کمپنی گارڈن سہارنپور سے طبع کرا کر دفتر ''صدائے حق'' جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ سے شائع کیا۔ (کمپیوٹر کمپیوزنگ) محمد دلشاد رشیدی موبائل:9358199948

اداریہ

مسلسل اشاعت کا دسواں سال

محمد ساجد کھجناوری

تمام حمد وستائش اسی رب قدیر کیلئے سزاوار ہیں جن کی توفیق ومشیت سے ہر کارِ خیر وجود پذیر ہوتا ہے، اللہ اگر اسباب خیر فراہم نہ کرے تو حضرت انسان کے بس میں کچھ بھی نہیں ہے۔

دسمبر ۲۰۲۳ء کا تازہ بتازہ شمارہ جو آپ کے سامنے ہے اس سے پیوستہ یعنی نومبر کے شمارہ کی طباعت کے ساتھ الحمدللہ ماہ نامہ صدائے حق کا صحافتی سفر ایک مرتبہ پھر بنام خدا شروع ہوگیا ہے، جو لاک ڈاؤن کے مزاحم ہونے اور پھر پوسٹل رجسٹریشن کی میعاد کے ختم ہونے پر موقوف ہوگیا تھا۔

کہتے ہیں کہ شر کے بین السطور سے بسا اوقات خیر بھی جنم لے لیتا ہے، لاک ڈاؤن ہوا تو دنیا ایک نئے تجربہ سے آشنا ہوئی جب ہر شخص اپنے ہی گھر میں محبوس ہوکر رہ گیا، دیہات کا تو شمار ہی کیا یہاں تو تمام چھوٹے بڑے شہروں میں سناٹا پسرا تھا، انسان کی بے بسی ولاچاری قدم قدم پر اس کا مذاق اڑا رہی تھی، تعلیم تجارت معیشت اور ذرائع نقل وحمل سب کچھ داؤں پر لگا ہوا تھا، اہلِ خرد نے عالم کے اس تغیر کو طرح طرح سے موسوم کیا، کسی نے دجالی نظام کی آہٹ سے تعبیر کیا تو کسی نے ہماری شامتِ اعمال کا شاخسانہ قرار دیا، بہر کیف جتنے منھ اتنی باتیں مگر کسی عارف کے اس قول سے کیسے اختلاف کیا جاسکتا ہے کہ ؎

انقلاباتِ جہاں واعظِ رب ہیں سن لو　　　ہر تغیر سے صدا آتی ہے فافہم فافہم

قلم وکتاب کے رسیا اہل علم شخصیات نے لاک ڈاؤن کی پیدا کردہ یکسوئی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے علم وتحقیق کا بساط بھر کام آگے بڑھایا جو ہم جیسے غفلت کے ماروں کیلئے ایک سبق ہی ہے، چنانچہ لاک ڈاؤن ختم ہوتے ہی کئی علمی اور کتابی کاوشیں باصرہ نواز ہوئیں، سردست ہم تذکرہ کرنا چاہیں گے اپنے میر کارواں اور مدیر وشیخ الحدیث جامعہ حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب دامت برکاتہم کا انہوں نے شرحِ ترمذی اور صحیح بخاری شریف پر جہاں اپنے مطالعہ وتحقیقات کو متعدی کیا، وہیں ''ایمان کے باغات'' نامی تین

جلدوں پر مشتمل ضخیم کتاب تیار کر کے شائقینِ دین وآخرت کیلئے قیمتی سرمایہ تیار کردیا فجزاہ اللہ خیرا۔

محترم ناظرین کے علم میں ہے کہ ''صدائے حق'' جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کا ترجمان ہے، جس کا اجرا آج سے چودہ سال پیش تر ادارہ کی مرکزیت، نوع بنوع ترقیات اور ہمہ جہتی مقاصد کے مدنظر روبہ عمل آیا تھا تاکہ اس کے فارغین ومستفیدین کے مابین علمی وفکری ہم آہنگی پیدا کرنے، سماج وملت کی اصلاح وتربیت کا صور پھونکنے اور موافق ومخالف ماحول میں حکمت وبصیرت کے چراغ روشن کر کے صراط مستقیم کی وضاحت کا جذبہ ان میں بیدار کیا جاسکے، اللہ کا شکر ہے اور ادارہ کے بانی کا اخلاص کہ اس صدائے حق کو بگوشِ دل ومحبت سنا گیا، اس لئے بھی کہ رسالہ کے صفحات پر متنوع مضامین ومواد کو ترجیحی طور پر شائع کیا گیا، چنانچہ عقائد ایمانیات عبادات، تحقیقات، افادات، تبرکات اور شخصیات وسوانح کے ذیل میں انہیں مقالات ورشحاتِ قلم کو جگہ دی گئی جن کی افادیت دیرپا بھی ہو اور ہمہ گیر بھی۔

آج اس کی اشاعت جو بوقت اجرا محض سینکڑوں افراد تک محدود تھی بفضل الٰہی ہزاروں ممبران تک پھیل گئی ہے، ہم اپنے ان تمام محترم ناظرین کے ممنون بھی ہیں جو خطوط، واٹس ایپ میسیج اور فون کالوں کے ذریعہ تحسین وتنقید سے نوازتے ہیں بلکہ عدم دستیابی کی صورت میں اپنا احتجاج بھی درج کراتے ہیں۔

تاکہ سند رہے یہ عرض کردینا بھی موزوں معلوم ہوتا ہے کہ زیرنظر شمارہ کے ساتھ صدائے حق نے اپنی مسلسل اشاعت کے دس سال مکمل کر لئے ہیں جبکہ بعض قانونی مسائل اور دوسرے اعذار کی بنا پر چودہ سال کے اس دورانیے میں دومرتبہ اس کی اشاعت کو موقوف کرنا پڑا جس کا کل زمانی رقبہ کم وبیش چار سال پر محیط ہوتا ہے، لیکن اس درمیان بھی جامعہ میں تحریر وصحافت کی سرگرمیاں بدستور رہیں۔

اپنے قارئین کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ صدائے حق ہر شمسی ماہ کی ایک سے پانچ تاریخ تک حوالۂ ڈاک کیا جاتا ہے، اس لئے تاخیر یا عدم دستیابی پر اپنے قریبی ڈاک گھر سے رابطہ کر کے وہاں اپنی شکایت کا ازالہ فرمائیں، بصورت دیگر تعلیمی اوقات میں دفتر صدائے حق سے رجوع کرسکتے ہیں، اللہ ہر زمان ومکان میں آپ کا حامی وناصر ہو۔

صدائے قرآن

صراطِ مستقیم کا مصداق

مرغوب الحق قاسمی گنگوہی

شیطانی حملے کہاں کہاں سے ہوتے ہیں

حضرت ابنِ عباسؓ سے منقول ہے کہ شیطان مرد کے اندر تین جگہوں پر زیادہ وار کرتا ہے (۱) اس کی آنکھوں پر (۲) اس کے دل پر (۳) اس کے ذَکر پر، ان جگہوں سے غلط راستہ میں مبتلا کرتا ہے، اور عورت پر بھی تین جگہوں سے حملے کرتا ہے: آنکھوں کے راستہ سے، دل کے راستہ سے اور سرین کے راستہ سے۔

قتل نہ کرنا

(۵) پانچواں حکم کسی ایسے انسان کا قتل ہے جس کے قتل کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے اسلام کی برکت سے اس کو محفوظ الدم کیا، یا عہد کی وجہ سے جیسے ذمی ہے، اسی وجہ سے حدیثِ پاک میں فرمایا کہ: **لایحل دم امرءٍ مسلم الا باحدی ثلث، زنی بعد احصان او ارتداد بعد اسلام وقتل نفس بغیر حق فقتل به** (ترمذی شریف/ص: ۳۸/ج:۲) کہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں ہے مگر جبکہ تینوں باتوں میں سے ایک پائی جائے، شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کرنا، اسلام لانے کے بعد مرتد ہو جانا، کسی شخص کا ناحق قتل کردے جس کے بدلہ اس کو قتل کیا جائے۔

قتل میں حق تعالیٰ کے امر کی عظمت کا ترک کرنا ہے، کیونکہ ان کے حکم کے صریح خلاف کیا اور مخلوق پر شفقت کا ترک بھی ہے اور یہ دو باتیں دین کی اصل واساس ہیں، اللہ پاک نے ان پانچوں باتوں کے بعد فرمایا کہ تاکیدی نصیحت اس واسطہ ہے کہ تم سمجھو اور اپنی عقل کا استعمال کرو اور ان برائیوں سے باز رہو۔

یتیم کا مال نہ کھانا

(٦) حکم فرمایا: لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ یعنی کسی بھی طرح یتیم کا مال ناحق مت کھاؤ یہاں تک کہ جب وہ اشدِ عمر کو پہنچ جائے، یعنی سمجھداری کے زمانہ کو پالے، یعنی ۲۵/سال کا ہو جائے اور بعض نے فرمایا ۱۸/سال سے

۳۰ رتک کا ہوجائے تو مال اس کے حوالہ کردو، چونکہ وہ بے چارہ عاجز ہے اس لئے اس کے متعلقین اور ذمہ داروں کو اس کا زبردست حکم فرمایا۔

ناپ تول میں کمی نہ کرنا

(۷) ساتواں حکم: یہ ہے کہ ناپ تول میں کمی نہ کرو نہایت انصاف سے یہ سب کام کرو، **بِالْقِسْطِ** فرما کر تاکید شدید فرمادی گئی ہے، اور **لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا** فرما کر اشارہ کردیا کہ یہ عدل نہایت مشکل ہے، لہذا اپنی پوری وسعت اس میں خرچ کروتب انصاف کر پاؤ گے، حتی الامکان اس کی رعایت ملحوظ رکھنا اگر قصداً ناانصافی کروگے تو معاف نہیں ہے، کہتے ہیں کہ ایک شخص کو نزع کے عالم میں کہا جارہا ہے کہ کلمہ پڑھو مگر وہ منع کررہا تھا کہ کوئی طاقت مجھ کو پڑھنے سے باز رکھتی ہے، اس کو ٹھیک سے وزن کرنے کیلئے کہا جاتا تھا مگر اس نے عمر بھر اس کے خلاف کیا (رُوح البیان رص:۱۱۹)۔

صحیح بات کہنا

(۸) آٹھواں حکم یہ ہے: **وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا** یعنی جب کسی فیصلہ یا گواہی میں یا ویسے بھی کوئی بات کہو تو اس میں انصاف کا پورا خیال رکھو چاہے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ معاملات کا مدار علیہ حق کی اتباع ہے اور مرضئ الٰہی کی طلب ہے اور اس میں اپنا اور اجنبی برابر ہے اور عدل کی حقیقت یہ ہے کہ ہر کام صرف اللہ پاک کیلئے ہو، اس میں کوئی اپنی غرض شامل نہ ہو اور یہ بات اربابِ حقیقت کو حاصل ہوتی ہے دُوسرے لوگ تو اغراض کے تابع ہوتے ہیں۔

وعدہ پورا کرنا

(۹) نواں حکم: یہ ہے **وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا** اللہ کے عہد کو پورا کرو، کوئی بھی عہد ہو، چاہے بندوں کے متعلق ہو، یا اللہ تعالیٰ سے متعلق ہو، اس میں احکاماتِ الٰہیہ اور دو بندوں کے درمیان کے معاملات ایمان ونذور سب داخل ہیں، اس میں توحید سب سے پہلے داخل ہے جو اللہ تعالیٰ سے عہد ہے بندہ کا، جس کو "**عهدِالست**" کہتے ہیں، پھر فرمایا اس سب کی اللہ تعالیٰ نے خاص تاکید فرمائی ہے اور وہ عہد ووعدہ جو کسی کے ساتھ کیا گیا ہو مسلمان ہو یا غیر مسلم اس کو پورا کرنا

ضروری ہے، جیسا کہ ایک روایت میں اس کی صراحت موجود ہے۔

شریعت پر چلنا

(۱۰) دسواں حکم : فرماتے ہیں یہ سب جو مذکور ہوا یعنی شریک نہ کرنا، توحید پر قائم رہنا اور نبوت ورسالت پر ایمان لانا، اور شریعت کو ماننا اور اس کی اتباع کرنا (یعنی اوامر پر چلنا، نواہی سے بچنا صراطِ مستقیم ہے) یہ میرا راستہ ہے، میرا مسلک ہے، میری شریعت ہے، شریعت کو ہی طریق کہا جاتا ہے کہ وہ جنت تک پہنچاتی ہے اور میرا راستہ ہے یعنی جس پر مجھے خود چلنا ہے اوروں کو چلانا ہے یہ بالکل سیدھا راستہ ہے اس کی اتباع کرو اور دوسرے راستوں پرمت چلنا ورنہ بھٹک جاؤگے یہاں تک کہ دوسری گمراہیوں تک پہنچا دے گی، جب یہ آیت نازل ہوئی رسولِ پاک ﷺ نے ایک خط کھینچا اس کے دائیں بائیں بہت سے خطوط کھینچے اور فرمایا درمیان والا خط تو صراطِ مستقیم ہے اور یہ دائیں بائیں والے خطوط گمراہی کے خطوط ہیں، جہاں ہر جگہ شیطان موجود ہے جو یہاں صراطِ مستقیم سے ہٹا وہ وہاں بھی پُل صراط پر ڈگمگا جائے گا اور ان میں اکثر عورتیں ہیں اور اس زمانہ میں مرد بھی عورتوں کے درجہ میں آچکے ہیں اتباعِ شہوات وخرافات میں، **بدأالاسلام غریباً وسیعود غریبا فطوبیٰ للغرباء** یعنی اسلام اجنبی تھا اخیر دور میں بھی ایسا ہی ہوجائے گا جس طرح شروع زمانہ میں تھا (روح البیان رص: ۱۲۰رج: ۱رمشکوٰۃ شریف رص: ۳۰)۔

(۳) اسی سورت میں ایک دوسری جگہ یہ لفظ اس طرح آیا ہے: **مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ** (سورۂ انعام: ۱۶۱)۔

ترجمہ: جو کوئی نیکی لے کر آئے گا اس کو اس کے مثل دس (نیکیاں) ملیں گی اور جو کوئی بدی لے کر آئے گا اس کو بس اس کے برابر ہی بدلہ ملے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا (توضیحی ترجمۂ قرآن)۔

اس جگہ یہ مضمون آیا ہے کہ جو ایک نیکی لائے گا اس کو ہم دس گنا اجر دیں گے اور جو برائی کرے گا اس کو اسی حساب سے بدلہ ملے گا، یعنی ایک برائی کا فقط، یہ اللہ پاک کی رحمت ہے اور پھر فرمایا آپ کفارِ مکہ کو کہئے! جو خود کو حق پر سمجھتے ہیں وہ حق نہیں جو تم کرتے ہو یعنی کفر وشرک اصنام پرستی وخرافات، بلکہ ایمان وتوحید اعمالِ صالحہ کا راستہ یہ صراط ہے جس کی اللہ نے مجھے ہدایت دی ہے، یہی سیدھا سادہ دین ہے ابراہیمؑ کا جو خالص اللہ پاک کی طرف مائل تھے مشرکوں میں سے نہ تھے۔

صدائے حدیث

ایمان کسے کہتے ہیں؟

حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ نقشبندی صاحب
شیخ الحدیث وناظم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

ایمان کی تعریف

لغت میں کسی کی بات اس کے اعتماد پر یقینی طور پر مان لینے کا نام ایمان ہے، اس لئے محسوسات اور مشاہدات میں کسی کے قول کی تصدیق کرنے کو ایمان نہیں کہتے، مثلاً کوئی شخص سفید کپڑے کو سفید یا سیاہ کو سیاہ کہہ رہا ہے اور دوسرا اس کی تصدیق کر رہا ہے اس کو تصدیق تو کہتے ہیں مگر ایمان لانا نہیں کہیں گے، کیونکہ اس تصدیق میں قائل کے اعتماد کو دخل نہیں بلکہ تصدیق مشاہدہ کی بنا پر ہے۔

اور اصطلاحِ شریعت میں خبرِ رسول ﷺ کو بغیر مشاہدہ کے محض رسول کے اعتماد پر یقینی طور پر مان لینے کا نام ایمان ہے، محض جاننے کا نام ایمان نہیں ہے، کیونکہ جاننے والے تو ابلیس وشیطان، یہود ونصاریٰ اور کفار ومنافقین بھی تھے، مگر وہ محض جاننے کی وجہ سے ایمان والے نہیں کہلائے گئے ہیں۔

ایمان کی حقیقت کیا ہے؟

حدیث جبرئیل میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کیا ہے کے جواب میں فرمایا:

أن تؤمن بالله وملائكته وكتبه ورسله واليوم الأخر وتؤمن بالقدر خيره وشره،

اللہ پاک پر اس کے فرشتوں پر اللہ کی کتابوں پر، اللہ کے رسولوں پر، قیامت کے دن پر، تقدیر پر کہ خیر وشر سب اللہ کی طرف سے ہے دل سے تصدیق کرنا۔

حضرات فقہاء کرام نے ایمان کی تعریف اس طرح کی ہے: **هو تصديق محمد صلى الله عليه وسلم في جميع ما جاء به عن الله مما عُلم مجيئه ضرورة** (ردمحتار علی الدررص: ۳۱۰رج: ۳) یعنی دل سے ان تمام چیزوں کا اعتراف اور تصدیق کرنا جو حضرت رسول مقبول صلی

اللہ علیہ وسلم اللہ عز وجل کی طرف سے لائے ہیں، جن کا جزء دین ہونا بالیقین معلوم ہے، جیسے وحدانیت، رسالت، بعث، جزاء، جنت وجہنم، نماز، روزہ، زکوۃ، حج وغیرہ۔

پھر دل کی تصدیق واعتراف کے ساتھ زبان سے اعتراف واقرار بھی شرط ہے، یا فقط تصدیق قلبی کافی ہے، دونوں قول ہیں، اکثر احناف نے فرمایا ہے کہ زبانی اقرار واعتراف بھی شرط ہے دنیوی احکام جاری ہونے کیلئے، مثلاً اس پر نماز جنازہ کا پڑھا جانا اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا، عشر وزکوۃ وغیرہ کے مطالبات کا ہونا۔

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اوپر روایت میں ایمان کی تعریف میں ایمان باللہ، ایمان بالملائکہ، ایمان بالکتب، ایمان بالرسل، ایمان بالقیامۃ، ایمان بالقدر کا تذکرہ فرمایا اور فقہاء کرام نے تعریف میں نبی کریم ﷺ کی لائی ہوئی جملہ اشیاء پر ایمان وتصدیق کرنا کہا ہے تو جواب یہ ہے کہ حدیث مذکور میں جو ایمان بالکتب مذکور ہے اس میں ایمان بالقرآن بھی آ گیا ہے، اور قرآن کریم میں آیا ہے **وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا** ۝ (سورۂ حشر آیت: ۷) یعنی جو اللہ کے رسول تم کو دیں اس کو لے لو (عمل کرو) اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو، تو اس آیت نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ جملہ اشیاء کے صحیح ہونے کا اعتقاد کرنا اور ان پر عمل کرنا بتلا دیا ہے، اس لئے حضرات فقہاء نے ایمان کی تعریف میں یہ فرمایا جو اوپر گذرا ہے (عینی رص: ۱۰۲ رج: ۱)۔

اصحاب حدیث ائمہ ثلاثہ یعنی حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل اور اوزاعی رحمہم اللہ نے ایمان تصدیقِ قلبی اقرارِ لسانی اور اعمالِ جوارح کے مجموعہ کو قرار دیا ہے (عینی رص: ۱۰۳ رج: ۱)۔

اسی لئے علماء نے فرمایا کہ ایمان نام ہے اقرارٌ باللسان، تصدیقٌ بالقلب، عملٌ بالارکان کا، یعنی زبان سے اقرار اور اعتراف کرنا اور دل کی گہرائی سے اس کی تصدیق کرنا اور عمل کرنا جملہ ارکان اسلام اور ماموراتِ دین پر تب جا کر ایمان حاصل ہوگا، یہی بات مجموعۂ آیات واحادیث سے ثابت ہوتی ہے، فتح الباری رص: ۶۱ رج: ۱ میں ہے: **فَالسَّلَفُ قَالُوا هُوَ اِعْتِقَادٌ بِالْقَلْبِ، وَنُطْقٌ بِاللِّسَانِ، وَعَمَلٌ بِالْاَرْكَانِ، وَأَرَادُوْا بِذٰلِكَ أَنَّ الْأَعْمَالَ شَرْطٌ فِيْ كَمَالِهٖ۔**

حجۃ اللہ فی الارض مسند العلماء امام الراسخین فی العلم الشیخ الاجل حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایمان دوقسم پر ہے، ایک وہ ایمان ہے جس پر دنیوی احکام دائر ہوتے ہیں، مثلاً اس ایمان کی برکت سے اس کے نفس مال وغیرہ کا شرعاً معصوم ومحفوظ ہوجاتا ہے، کوئی غلط طریقہ سے اس میں تصرف نہیں کرسکتا ہے، اگر کرے گا تو شرعاً مجرم اور مستحق سزا قرار دیا جائے گا، یعنی قانون اسلام اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہوجاتا ہے۔

دوسری قسم ایمان کی وہ ہے جس پر احکام آخرت دائر ہوتے ہیں نجات من النار، دخول جنت، رفع درجات، اور یہ ایمان اعتقادِ صالح اور اعمال صالحہ کو مشتمل ہوتا ہے، شارع کا طریقہ ہے کہ ان میں سے ہر قسم کا نام ایمان رکھتے ہیں، اس پر تنبیہ کرنا مقصود ہوتا ہے کہ دونوں جزء ایمان ہیں نہ اس کے بغیر چارہ ہے اور نہ اس کے بدون گذارہ ہے **لا ایمان لمن لا امانة له ولا ایمان لمن لا عهد له** (مجمع الزوائد ص:۱۲۵؍ ج:۱؍ رقم:۳۴۱) **المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده** (مشکوٰۃ المصابیح ص:۱۵؍ کتاب الایمان) جیسی احادیث میں اسی طرف رہنمائی فرمائی گئی ہے، پھر اس کی بہت سی شاخیں ہیں جیسے بڑے درخت کی ہوا کرتی ہیں جس طرح درخت کا اطلاق درخت کے تمام اجزاء جڑ، پتے، شاخیں، پھول، پھل سب پر ہی ہوتا ہے اور جب اس کے پتے شاخیں پھل وغیرہ کاٹ دئے جائیں تو اس وقت اس کو ناقص درخت کہا جاتا ہے، اور جب جڑ کٹ جاتی ہے تو اصل ہی ختم ہوجاتا ہے، ایسے ہی ایمان کے درخت کا حال ہے، لہذا جب تمام اشیاء ایک ہی اصل پر نہیں ہیں تو رسول کریم ﷺ نے دو مرتبے قائم فرمائے ارکان جو اجزاء میں اصل ہیں ان کو فرمایا: **بُنِی الإسلام علٰی خمسٍ شهادة أن لا إلٰه إلا الله وأن محمد اعبده ورسوله وإقام الصلاة وإيتاء الزكوٰة والحج وصوم رمضان** (مجمع الزوائد ص:٦٦؍ ج:۱؍ رقم:۱۳۷) اور باقی شعب ایمان ہیں (ایمان کی شاخیں ہیں) جن کا بیان **الإيمان بضع وسبعون شعبة أفضلها قول لا إلٰه إلا اللّٰه وأدناها إماطة الأذى عن الطريق والحياء شعبة من الإيمان** (صحیح مسلم کتاب الایمان رقم:۳۵) میں وارد ہوا ہے (کذا فی التعلیق الصبیح ص:۱۲؍ ج:۱)۔

یادِ اکابر

حضرت مولانا قاری شریف احمد گنگوہیؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ
سابق صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

مولانا قاری شریف احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے پہلی ملاقات اور تعارف اس وقت ہوا جب وہ دارالعلوم دیوبند میں میرے برادر مرحوم عبدالقیوم خان کے ساتھ ایک کمرے میں رہتے تھے، احقر نے اور عزیزم عبدالقیوم خان نے دورۂ حدیث ایک ساتھ پڑھا تھا، احقر دورۂ حدیث سے پہلے فنون کی جملہ کتب پڑھ چکا تھا اور عبدالقیوم خان نے یہ کتابیں دورۂ حدیث کے بعد پڑھی، اس لئے احقر تو مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد میں تدریس میں مشغول ہوگیا اور عبدالقیوم خان نے دارالعلوم دیوبند ہی میں داخلہ لے لیا، اس زمانے میں کبھی کبھی دارالعلوم کی حاضری کے موقع پر مولانا قاری شریف احمد صاحب سے ملاقات ہوا کرتی تھی جس کی حیثیت رسمی، مختصر تعارف سے زائد نہ تھی۔

مولانا قاری شریف احمد صاحبؒ دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوکر گنگوہ آئے تو انہوں نے مدرسہ اشرف العلوم کے نام سے درس وتدریس کا کام شروع کیا اور دارالعلوم دیوبند کی عطا کردہ امانت کی تبلیغ اور ترویج میں لگ گئے، درس وتدریس کے عمل کے ساتھ فتنوں کا مقابلہ اور رد بھی شروع کیا، اس زمانے میں بعض اہل علم اور ذی اثر شخصیات کی وجہ سے گنگوہ میں مودودیت کا فتنہ پر زے نکال رہا تھا جس سے گنگوہ کی فضا مکدر ہورہی تھی، مدرسہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کے استاذ (غالباً مولانا عبدالحمید صاحب جو قاری صاحب کے رفیق مجاہد، نڈر) نے قاری شریف احمد صاحبؒ کے ساتھ مل کر دیوبند اور سہارنپور کے اکابر ومشائخ کی سرپرستی میں محنت کی اور اللہ بزرگ وبرتر نے ان کی محنت کو سعی مشکور قرار دیا اور وہ فتنۂ ضالہ ومضلہ گنگوہ میں دم توڑ کر رہا اور صرف اتنا ہی نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت خاصہ کے زیر اثر وہ ذی وجاہت اور علمی ونسبتی لحاظ سے قدآور شخصیت جو فتنے کی پشتیبانی کر رہی تھی اپنی غلطی پر

متنبہ ہوکر تائب ہوئی اور اکابر ومشائخ کے مسلک کی محافظ اور داعی بن گئی، اللہ تعالیٰ نے قاری صاحبؒ اور مولانا عبدالحمید صاحب اور مدرسہ اشرف العلوم کو عزت عطا کی، بلکہ ان کی عزت کو چار چاند لگادئے، اس قصے کی تفصیلات تو بہت ہیں اس مختصر گفتگو میں ان کا احاطہ نہ تو ممکن ہے نہ ضروری۔

احقر مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد میں مدرس تھا تو حضرت قاری صاحبؒ اپنے تین شاگردوں کو مفتاح العلوم لائے، مولوی محمد حنیف شارح کتب درسیہ، مولوی محمد اصغر، مولوی محمد شاہ، یہ طلبہ حفظ وقرأت سے فارغ ہوچکے تھے مفتاح العلوم جلال آباد میں دوسال رہ کر احقر کے پاس پڑھتے رہے، پھر احقر پاکستان آگیا اور یہ دارالعلوم دیوبند چلے گئے، اس حوالے سے مولانا قاری شریف احمد صاحبؒ کے ساتھ باہمی اعتماد میں اضافہ ہوا۔

پاکستان سے انڈیا آنے پر اکثر گنگوہ حاضری ہوتی رہی اور مدرسہ اشرف العلوم کی ترقی کے منازل کا مشاہدہ ہوتا رہا، یہ اللہ تعالیٰ کا خاص الخاص فضل ہی تھا کہ مدرسہ اشرف العلوم ترقی کرکے ایسے مقام پر پہنچا کہ یہ ادارہ دیوبند اور سہارنپور کے بعد احقر کے علم کے مطابق ضلع سہارنپور، مظفرنگر، بجنور، میرٹھ اور بلندشہر، علی گڑھ کے تمام مدارس سے آگے نکل گیا، وذالك فضل الله يؤتيه من يشاء۔

حسب قاعدہ ترقی کے یہ منازل حاسدین کو کبھی برداشت نہیں ہوئے اس لئے مسائل کھڑے کئے گئے، مشکلات پیدا کی گئیں، یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے قاری شریف احمد صاحب کی مدد فرمائی، مدرسہ موجود رہا اور رفتہ رفتہ اس کی ترقی کا سلسلہ بحال ہوگیا، اس دنیا میں کون ہے جو ہمیشہ یہاں رہے گا؟ (كل نفس ذائقة الموت) قاری صاحب بھی رخصت ہوگئے ''انا لله وانا اليه راجعون''۔

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائیں، درجات بلند ہوں، اللہ پاک کی رضا نصیب ہو اور مدرسہ اشرف العلوم گنگوہ ان کے لئے صدقۂ جاریہ کے طور پر قبول کرلیا جائے، آمین ثم آمین۔

حضرت مولانا قاری شریف احمدؒ کے خلف الصدق مولانا مفتی خالد سیف اللہ قاسمی صاحب اب جامعہ اشرف العلوم کے مہتمم ہیں، اللہ تعالیٰ نے اچھی صلاحیتوں سے ان کو نوازا ہے، احقر کی دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو وسعت اور وقعت عطا فرمائیں، تمام مصائب اور شرور سے حفاظت فرمائیں، ان کے عزائم ومقاصد کو پورا فرماکر حسن قبول سے سرفراز فرمائیں آمین ثم آمین۔

مضامین

غزوۂ احد کا ایمان افروز تذکرہ

مولانا محمد حذیفہ مکی
مدرس حدیث جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

اس واقعہ کی نسبت احد کی طرف ہے جو مدینہ طیبہ کا مشہور و معروف پہاڑ ہے، مسجد نبوی سے ۳؍میل کے فاصلہ پر شمال میں نظر آتا ہے، سامنے پہاڑ ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے بالکل قریب ہے دور سے دیکھنے پر ایسا لگتا ہے یہاں سے شروع یہاں پر ختم ہو گیا، یہ تقریباً ۶؍کلومیٹر کا پہاڑ ہے، اس کے پیچھے کچھ جگہ خالی ہے، پھر پہاڑی سلسلہ ہے، ہمارے کچھ دوستوں میں سے وہاں پر مقیم ہیں، بہت محبت کے ساتھ اس پہاڑ کی زیارت کرائی تھی، جہاں سے شروع ہوتا ہے وہیں سے وہ لیکر چلے گاڑی بڑی تیز چل رہی تھی جہاں پر ختم ہوتا ہے وہاں ایک محلّہ ہے وہاں پر لوگ آباد ہیں۔

ایک جگہ ایک غار تھی وہاں پر دو پتھر آپس میں ملے ہوئے رکھے تھے، ہمارے دوست نے بتایا کہ نبی ﷺ یہاں تشریف فرما ہوئے تھے، ہم نے وہاں بیٹھ کر ذکر اللہ کیا، ہمارے ایک ساتھی نے کہا آپ کو یہاں سے کوئی خوشبو محسوس ہو رہی ہے جب ہم نے دھیان دیا تو واقعی مشک کی خوشبو آ رہی تھی، گرمی شدید تھی لیکن اٹھنے کو جی نہیں چاہ رہا تھا، ایسا لگ رہا تھا یہیں پر بیٹھے ذکر اللہ کرتے رہیں، بڑا متبرک پہاڑ ہے، حضور ﷺ یہاں سے گذرے تو فرمایا یہ احد پہاڑ ہے یہ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں، احد پہاڑ کو بھی آپ ﷺ سے محبت تھی، آپ کو احد سے محبت تھی آپ وہاں تشریف لے جایا کرتے تھے، تمام علاقہ پہاڑی ہے، اتنا زبردست پہاڑی راستہ ہے اگر راستہ بتانے کے ماہرین ساتھ نہ ہوں تو سفر نہیں کر سکتے، قدم قدم پر دلیل کی ضرورت پڑتی ہے، **ایــن الأدلة** رہبر کہاں ہے؟ ایک مرتبہ آپ ﷺ اس پہاڑ پر تشریف لے گئے آپ کے ساتھ حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ وغیرہ تھے، پہاڑ ان کی آمد سے خوشی کے مارے وجد کرنے لگا، آپ ﷺ نے فرمایا ٹھہر جا ایسا مت کر تیرے اوپر اللہ کا نبی ہے، صدیق ہیں، دو شہید ہیں، یہ اس علاقہ کا طویل و عریض اکیلا پہاڑ ہے، اس سے تھوڑا سا ہٹ کر ایک ٹیلہ ہے جس پر واقعۂ احد میں تیر انداز کھڑے کئے گئے تھے اس ٹیلہ کو جبل الرماۃ کہا جاتا ہے، اس کے اوپر عورتیں بیٹھی رہتی ہیں تسبیحات و کھجوریں وغیرہ بیچتی رہتی ہیں، اس پہاڑ کے سامنے وہیں ایک مسجد ہے جبل رماۃ کے نیچے ایک راستہ ہے پھر باؤنڈری ہے اس میں جالیاں ہیں، وہیں شہداء احد کی قبریں ہیں وہاں لکھا بھی ہے۔

سببِ واقعۂ احد

جب کفار مکہ کو مقام بدر میں بری طرح شکست ہوگئی اور ان کو کافی شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ ۷۰؍لوگ

مارے گئے اور ۷۰؍قیدی ہوئے اس ہزیمت اور ذلت سے ان کے اندر ایک کہرام برپا تھا، ہر طرف سوگ منایا جارہا تھا، مسلمانوں سے انتقام لینے کیلئے ہر شخص بے چین تھا، اِدھر وہ تجارتی قافلہ جس کو ابوسفیان ساحلی راستہ سے بچا کر نکال لائے تھے، پورا کا پورا مال وسامان جوں کا توں دارالندوہ میں محفوظ تھا، ابھی اس میں سے کچھ بھی تقسیم نہیں کیا تھا بدر کی یہ ذلت آمیز شکست کا زخم یوں تو کفار مکہ کے ہر شخص کے دل میں تھا لیکن جن لوگوں کے باپ بھائی بھتیجے مارے گئے تھے ان کو رہ رہ کر جوش آتا تھا، جذبۂ انتقام سے ہر شخص کا دل لبریز تھا، بالآخر عبداللہ ابن ربیعہ، عکرمہ ابن ابی جہل، صفوان بن امیہ، حارث ابن ہشام اور دوسرے معزز حضرات نے مشورہ کیا کہ مسلمانوں سے انتقام لینا چاہئے، ابوسفیان بن حرب کے سامنے اپنا جذبہ اور خواہش رکھی کہ جو کچھ اس تجارتی سفر سے منافع حاصل ہوئے ہیں وہ تو تقسیم ہو جائیں اور جو اصل رقومات ہیں وہ مسلمانوں کے خلاف کاروائی میں استعمال ہونا چاہئے، خاموش نہیں بیٹھنا چاہئے ورنہ بزدل شمار ہوں گے، ان مسلمانوں نے ہمارے بڑے بڑے سرداروں کو ماردیا کچھ تو بدلہ لینا چاہئے۔

ابوسفیان نے کہا سب سے پہلے لبیک کہنے والا میں ہوں، میں تو خود سوچ رہا تھا اس بارے میں غور وفکر کر رہا تھا، بعض حضرات نے کہا کہ ابوسفیان خود ان کے پاس گئے اور کہا تجارتی قافلہ جو دارالندوہ میں محفوظ ہے جو کہ ۱۰۰۰؍ اونٹ اور ۵۰؍ ہزار دینار کی مالیت پر مشتمل ہے اس کے بارے میں مشورہ کرلو کہ رأس المال بچالیا جائے اور نفع تقسیم کردیا جائے، کیونکہ اس میں بہت سارا تجارتی نفع ہوا تھا، چنانچہ مشورہ ہوگیا، پروگرام بن گیا کہ ٹھیک ہے، چنانچہ اس نفع میں سے ۲۵؍ ہزار دینار جنگ کے لئے الگ کر لئے گئے جس کو حق تعالیٰ نے فرمایا: **اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ لِیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہ**، اب قریش مکہ رسول پاک ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے پوری تیاریاں زور وشور سے کرنے لگے، ادھر اطراف مکہ میں جو قبائل تھے ان کی طرف قاصد دوڑائے، پروگرام کو وسیع کرنے کیلئے ان کو بھی خوب ابھارا گیا جن میں بڑی تعداد اکٹھی ہوگئی، ۷۰۰؍ زرہ پوش لشکر اور تین ہزار اونٹ اور دوسو گھوڑے اور چند عورتوں کو جمع کرلیا گیا تاکہ اشعار کے ذریعہ وہ لشکر کو ابھاریں، الغرض ایک شور برپا تھا، حضرت عباسؓ نے جو حضور ﷺ کے دل سے حامی اور محبّ تھے، خفیہ طور پر حضور پاک ﷺ کو ایک خط لکھا جس میں آپ کو صورتِ حال سے آگاہ کیا گیا، یہ خط آپ کو پہنچا جس وقت آپ ایک صحابی سعد ابن ربیعہ انصاریؓ کے پاس تھے، آپ نے پڑھا اور ان کو بتایا اور ان سے کہا کہ آپ اس کو راز رکھو آپ ﷺ اپنے اصحاب کے پاس آگئے، اِدھر قریش تیاری کر کے ۵ شوال ۳ھ کو مکہ سے روانہ ہوگئے، ان کے پاس بہت سی عورتیں اور بچے بھی تھے جن میں ابوسفیان کی بیوی ہندہ بھی تھی، بڑی شاعرہ تھی، اشعار پڑھ پڑھ کے آگ لگا دیا کرتی تھی، عرب کا جوش وخروش اور ترنم اس زمانہ کا، اگر آج کسی کے پاس ترنم اور جوش

وخروش عربوں جیسا ہے تو وہ عرب کے پاس ہی ہے اور ہندہ کا جوش وخروش تو الگ ہی تھا، ڈھول باجے ساتھ تھے جگہ جگہ مقتولینِ بدر کے تذکرے کرکے گرمایا جاتا تھا، جبیر ابن مطعم نے اپنے غلام وحشی کو بلایا اور اس کو نیزہ بازی کی مشق کرنے کیلئے کہا کہ خوب مشق کرو اگر تم نے میرے چچا (جو بدر میں قتل ہوئے) کے بدلہ میں محمد کے چچا حمزہ کو مار ڈالا تو میں تمہیں آزاد کردوں گا، جب ہندہ وحشی کے پاس سے گذرتی تو خوب جوش دلاتی، کہتی ابو دسمہ (یہ وحشی کی کنیت تھی) تمہیں ایسا کام کرکے دکھانا ہے کہ لوگ یاد رکھیں، بھرپور جوش تھا ادھر ابو عامر فاسق منافقین کے ساتھ مکہ آ گیا تھا وہ بھی قریش مکہ کو اللہ کے رسول کے ساتھ جنگ پر ابھارتا تھا۔

جب رسول پاک ﷺ مدینہ پہنچ گئے تو یہ تو مدینہ کا بزرگ بنا بیٹھا تھا، اس نے سوچا تیری بزرگی یہاں چلنے والی نہیں ہے مکہ چلا گیا اور مکہ والوں کو بھڑکانے میں پورا حصہ لیا، جب یہ قافلہ مقام ابواء پر پہنچا جہاں نبی ﷺ کی والدہ ماجدہ کی قبر ہے، ہندہ نے جوش میں کہا محمد کی ماں کی قبر ہے پھاڑ ڈالو، لیکن اس موقع پر کفار نے گریز کیا کہ چھوڑو چلتے چلتے یہ قافلہ قریب تھا مدینہ پہنچ جائے، چونکہ بڑی تیزی سے سفر کررہا تھا ادھر نبی ﷺ پوری اطلاع رکھ رہے تھے، آپ ﷺ نے اپنے دو اصحاب انس اور مونس کو بھیجا تاکہ اطلاع لیکر آئیں، یہ دونوں حضرات گھوم پھر کر آپ کی خدمت میں پہنچے اور بتلایا کہ بالکل قریب آ چکے ہیں اور بہت بڑا لشکر ہے جہاں جس کھیت سے گذر جاتے ہیں اس کا صفایا کردیتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا ان کی بڑی تعداد کا تذکرہ کسی سے مت کرنا **حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ**۔

رسولِ پاک ﷺ کو خواب آیا کہ میں ہجرت کرنا چاہتا ہوں مکہ سے، کھجور کے درخت ہیں میں نے سمجھا یمامہ ہے، لیکن وہ مدینہ نکلا، میں نے دیکھا میں ایک مضبوط زرہ میں ہوں ایک گائے ہے کہ ذبح کی جارہی ہے، جس کی تعبیر یہ سمجھی کہ مدینہ منورہ بمنزلہ مضبوط زرہ کے ہے اور ذبح بقرہ سے اس طرف اشارہ ہے کہ میرے اصحاب میں سے کچھ لوگ شہید ہوں گے، لہذا میری رائے میں مدینہ میں قلعہ بند ہوکر مقابلہ کیا جائے اور خواب میں یہ بھی دیکھا کہ میں نے تلوار کو ہلایا، اس کے سامنے کا حصہ ٹوٹ کر گر گیا، پھر اسی تلوار کو دوبارہ ہلایا تو وہ پہلے سے زیادہ عمدہ ہوگئی جس کی تعبیر یہ تھی کہ صحابہ کرام بمنزلۂ تلوار کے تھے جو آپ کے دشمنوں پر وار کرتے تھے اور صحابہ کو جہاد میں لے جانا بمنزلہ تلوار کے ہلانے کے تھا۔

آپ ﷺ نے صورتِ حال پر غور وفکر کرنے کیلئے اپنے اصحاب کو جمع کیا اور حمد وثنا کے بعد خواب کا تذکرہ کیا اور اس بارے میں صحابہ کرامؓ سے مشورہ طلب کیا ان میں سے ایک جماعت کی رائے یہ تھی میدان میں باہر نکل کر مقابلہ کرنا چاہئے، ایک جماعت نے کہا مدینہ کے اندر رہ کر ہی مقابلہ کیا جائے، جو حضرات غزوۂ بدر میں شریک نہ ہوسکے

بدریین کے فضائل سن کر ان میں جوش تھا وہ اس بات کے منتظر رہتے تھے کہ دوبارہ کسی موقعہ پر جامِ شہادت پی کر ہم بھی ان فضائل کے مستحق ہوں، یہ لوگ اس بات پر بضد تھے کہ باہر نکل کر ہی مقابلہ کرنا چاہئے اور یہ حکمت بھی سمجھی کہ کفار یہ سمجھیں گے کہ بزدل ہیں باہر ہی نہ نکلیں، ایک طبقہ کا کہنا تھا کہ اندر ہی رہ کر مقابلہ کیا جائے کہ مرد آمنے سامنے مقابلہ کریں اور عورتیں مکانوں کے اوپر سے پتھر پھینک کر کافروں کو پریشان کریں، یہی رائے کچھ اکابر صحابہ کی بھی تھی اور خود حضورﷺ کی رائے بھی یہی معلوم ہوتی تھی، اتفاق سے رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی ابن سلول کی رائے بھی یہی تھی کہ مقابلہ اندر رہ کر ہی کیا جائے، لیکن پرجوش صحابہ کرام یہی کہتے تھے کہ میدان میں ہی چلنا چاہئے، کوئی بات نہیں باہر نکلیں گے کیا ہوگا کامیابی ہوگی یا ناکامی ہوگی، کیا ہم بزدل ہوجائیں؟۔

حضرت حمزہؓ نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی میں کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک کہ ان کو اپنی تلوار سے قتل نہ کردوں یہاں تک کہ حضرت نعمانؓ نے کہا یا رسول اللہﷺ جنت سے محروم نہ فرمائیے ہم جنت میں داخلہ چاہتے ہیں، رائے قرار پائی کہ باہر نکل کر ہی جنگ کریں، جمعہ کا دن تھا رسول پاکﷺ نے جمعہ کی نماز پڑھائی اور وعظ فرمایا کہ ظفر صبر کے ساتھ وابستہ ہے، اگر بزدلی دکھائی تو مشکل میں پڑجائیں گے، الغرض جہاد اور قتال کی ترغیب دے کر تیاری کا حکم صادر فرمایا، یہ حکم سنتے ہی تیاریاں زور وشور سے کی جانے لگیں، کیونکہ دشمن بالکل قریب آچکا تھا، اللہ کے عاشق اور دیوانے جہاد اور قتال کی تیاری میں لگ گئے اللہ کے حبیبﷺ بھی تیاری میں لگ گئے۔

نبیﷺ کی تیاری وسلاح پوشی

عصر کی نماز کا وقت آگیا پورے شہر اور اطراف کے مؤمنین جمع تھے، نبیﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی آپ اپنے مکان میں تشریف لے گئے، حضرات شیخین آپ کے ساتھ تھے، حضرات شیخین نے آپ کے عمامہ باندھا، لوگ باہر صف بنا کر کھڑے ہوگئے، آپﷺ کی تشریف آوری کا انتظار کرنے لگے، دو صحابہ حضرت سعد ابن معاذ اور اسید بن حضیرؓ سامنے آئے اور کہا لوگو! تم نے اللہ کے رسولﷺ کو آپ کی رائے کے خلاف مدینہ سے باہر نکل کر حملہ کرنے پر مجبور کردیا، یہ تمہارا اصرار اچھا نہیں اطاعت کرتے اچھا ہوتا، مناسب یہ ہے کہ حضورﷺ کی رائے پر چھوڑ دیا جائے، اتنے میں آپﷺ زرہ پہنے ہوئے عمامہ باندھے ہوئے تلوار لٹکائے ہوئے مسلّح ہوکر باہر تشریف لے آئے، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہﷺ ہمیں ندامت ہورہی ہے کہ ہم نے آپ کو آپ کی رائے کے خلاف کرنے پر مجبور کیا، ہم اپنی رائے سے پیچھے ہٹ رہے ہیں، آپ جیسا چاہیں کریں، رسولِ پاکﷺ نے ارشاد فرمایا کسی بھی نبی کے لئے جائز نہیں کہ ہتھیار بند ہوجانے کے بعد دشمن سے فیصلہ کئے بغیر ہتھیار اتار دے، چلو اگر تم نے صبر سے کام لیا تو ان شاء اللہ کامیاب

ہوں گے، اسی اثناء میں ایک صحابی کا انتقال ہوگیا ان کی نماز جنازہ پڑھائی گئی پھر جھنڈے لئے گئے ایک جھنڈا حضرت اسید ابن حضیرؓ ایک سعد بن عبادہؓ اور ایک حضرت علیؓ کے پاس تھا۔

الغرض آپ بروز جمعہ ۱۱؍شوال ۳ھ ایک ہزار کی جمعیت کو لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے اور مدینہ میں امامت کے لئے حضرت عبداللہ ابن ام مکتومؓ کو مقرر کیا، یہ ایمان ویقین کا قافلہ مدینہ سے روانہ ہوا، ہر ایک زرہ پوش تھا، سعد ابن معاذ اور سعد ابن عبادہؓ کے گھوڑے دائیں بائیں تھے، آپ گھوڑے پر سوار تھے، آپ ﷺ ایک مقام پر پہنچے وہاں سے کچھ آوازیں آرہی تھیں، پوچھا کیسی آوازیں ہیں؟ کہا عبداللہ ابن ابی کے کچھ احباب ہیں یہ بھی چلنا چاہتے ہیں، مسلمانوں نے کہا تمہاری ضرورت نہیں ہے، پھر آپ مقام شیخین پر پہنچے (یہ دو ٹیلوں کا نام ہے) وہاں اپنی فوج کا معائنہ کیا جوان میں نوعمر کمسن تھے ان کو واپس کر دیا قتال میں شرکت کی اجازت نہیں دی جیسے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ حضرت اسامہ بن زید، حضرت براء بن عازبؓ وغیرہ، ان کم عمر نوجوانوں میں حضرت سمرہ بن جندب اور حضرت رافع بن خدیج بھی تھے، جن کو شرکت سے منع کر دیا گیا تھا، پھر آپ ﷺ نے حضرت رافع کو اجازت دیدی تو حضرت سمرہؓ نے فرمایا آپ نے رافع کو اجازت دیدی، حالانکہ میں رافع کو پچھاڑ سکتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کشتی کرو کشتی ہوئی حضرت سمرہؓ نے رافعؓ کو پچھاڑ دیا، آپ ﷺ نے فرمایا تم بھی ساتھ چلو، آپ مقام شوط پر پہنچے رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی ابن سلول کے دماغ میں شیطان نے انڈے دئے اپنے ساتھیوں کو الگ لے کر میٹنگ کرنے لگا، اپنے ساتھیوں کو جہاد سے ہٹانے کے پروگرام بنانے لگا کہ ہماری نہیں مانی گئی، بچوں کی بات مانی گئی ہے ہم کیوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالیں، آپ ﷺ نے مغرب پڑھی کچھ وقفہ کے بعد عشاء پڑھی، آپ نے فرمایا کون پہریداری کرے گا، آپ نے رات گذاری صبح کی نماز پڑھی پھر فرمایا: **این الأدلہ** راستہ بتانے والے کہاں ہیں؟ ادھر رات بھر میں عبداللہ ابن ابی ابن سلول نے اپنے ساتھیوں کا دماغ بالکل خراب کر دیا تھا، عبداللہ ابن ابی کے ساتھی جو پورے لشکر کا تہائی حصہ تھے واپس جانے لگے کہ بچوں کی بات مانی گئی ہماری نہیں مانی گئی ہم کیوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالیں، آپ نے دیکھا ۳۰۰؍لوگ اچانک نکلنے کی بات کہہ رہے ہیں عجیب صورتِ حال ہوئی مخلص صحابہ نے ان کو سمجھانے کی کوشش کی کہ اللہ کے بندوں دشمن سامنے ہے اللہ کے پیغمبر کو اس حالت میں چھوڑ کر جا رہے ہو، ہم تو پہلے سے ہی کم ہیں، اس نے کہا تم چلے جاؤ ہماری بات نہیں مانی گئی، اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۝ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا وَقِيْلَ لَهُمْ۔**

مضامین

امانت داری ایک عظیم الشان وصف

مولانا مفتی محمد احسان رشیدی بہٹوی
استاذ حدیث جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

اس دنیا کو آخرت کی کھیتی کہا گیا ہے، یہ بات اپنی جگہ بالکل بجا اور مسلم ہے اور تمام سماوی مذاہب کا متفق علیہ عقیدہ ہے کہ اس دنیا میں آدمی آخرت کی کامیابی اور اس کی تیاری کیلئے بھیجا گیا ہے، اور زندگی میں اوقات کا انمول سرمایہ دیا گیا ہے اس میں انسان کو مختلف مراحل سے گزرنا ہوتا ہے کچھ مرحلے شدید آزمائشی ہوتے ہیں اور یہی مواقع درحقیقت دنیا اور آخرت میں اس کی شخصیت اور کردار کیلئے اہم کسوٹی قرار پاتے ہیں، انہیں مواقع میں انسان کے معیار اور توازن کو پرکھا جاتا ہے، خصوصاً شدید مصائب وآلام تنگدستی، تہی دستی کی حالت میں کچھ فکر آخرت رکھنے والوں کے قدموں کو بھی ڈگمگاتے ہوئے دیکھا گیا ہے، وہ فقر وفاقہ، حاجات وضروریات کی کثرت، مطالبات کی شدت، قرضوں وغیرہ کے بوجھ سے گھبرا کر توازن کو کھو بیٹھتے ہیں اور برسوں سے چلے آرہے دینی بھرم سے محروم ہوجاتے ہیں، اپنے مسائل کو حل کرنے کیلئے غیر شرعی طریقے اختیار کرتے ہیں، لون لینا، سود پر پیسہ لینا، تقویٰ اور احتیاط کو چھوڑ دیتے ہیں اور ان سے کچھ ایسی غلطیاں سرزد ہوجاتی ہیں جن کی وجہ سے بنی بنائی عزت خاک میں مل جاتی ہے اور خدا کی نگاہ میں بھی بے وقعت اور ذلیل ہوکر رہ جاتے ہیں ع

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے ہم

ان غلطیوں میں سے ایک اہم غلطی خیانت ہے، خیانت کا تعلق صرف مال ہی سے نہیں ہے بلکہ ہر اس چیز کے ضیاع سے ہے جس کا بااعتماد آدمی کر امین سمجھا جاتا ہے، مثلاً راز داری کے ساتھ کسی سے اہم مشورہ لیا گیا یہ سمجھتے ہوئے کہ ہمارے بڑے ہیں محسن اور کرم فرما ہیں ذمہ دار اور اہم شخصیت کے مالک ہیں ہماری بات کو صیغہ راز میں رکھیں گے لیکن محترم شخصیت نے مجلس میں اپنی بڑائی جتانے کے طور پر مشورہ لینے والے کے راز کو فاش کردیا اور لوگوں کو جتادیا کہ دیکھو ہم سے لوگ کتنی گہری باتیں بیان کرتے ہیں، مشیر صاحب اپنی عزت

افزائی کی دوڑ میں مشورہ خواہ کی عزت کو بھول گئے جب اس بیچارہ کو پتہ چلتا ہے کہ میرے راز کی سر مجلس اس طرح دھجیاں آڑائی گئی ہیں تو شرم سے پانی پانی ہوجائے گا اور سوچ میں ڈوب جائے گا کہ حضرت فلاں سے یہ کیا کر دیا گیا میرا راز فاش کر دیا سوچے گا کہ انہوں نے کتنی غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا کتنی بڑی غلطی کی، بہر حال **المجالس بالأمانة** کو ہمیشہ ذہن میں رکھنا چاہئے، جو عصرِ حاضر میں مفقود ہے، اسی طرح ہمیں کوئی ڈیوٹی سپرد کی گئی اس کو پورے طور پر انجام دینا بھی بڑی امانت داری ہے، کام چوری کا مرض بھی آج عام ہوگیا ہے جس کو دیکھو بے برکتی کا رونا روتا ہوا نظر آتا ہے، اپنے حال، اعمال پر نظر نہیں جاتی ہے کہ یہ سب کچھ ہماری کرتوتوں کا نتیجہ ہے، اسی طرح بیع وشراء کا لوگوں کو ذمہ دار و وکیل بنایا جاتا ہے اس میں چور بازاری فریب کاری اور مکاری بھی عروج پر ہے، کسی پر اعتماد کرنا مشکل ہوگیا کسی کو اچھے مال مناسب داموں پر خریدنے کا وکیل بنا کر بھیجا اور کہا کہ آپ کی ہزار روپئے مزدوری طے ہے مزید انعام بھی دیا جائے گا لیکن آدمی کو اتنے پر صبر نہیں بلکہ گھٹیا مال خرید کر مہنگے داموں کا پرچہ بنوا کر موٴکل کے ہاتھوں میں سپرد کر دیتا ہے اور ایک لاکھ روپئے کے مال میں دسوں ہزار روپے کی ہیرا پھیری کر کے موٴکل کو زبردست خسارہ میں ڈال دیتا ہے، انجام یہ ہوتا ہے کہ پھر کوئی بھی اپنا کام سپرد نہیں کرتا لوگوں کا اعتماد اٹھ جاتا ہے۔

اسی طرح کسی آدمی کو سرکاری طور پر یا کسی ادارہ وتنظیم کی طرف سے رفاہی کاموں میں خرچ کرنے کے لئے کوئی رقم سپرد کی ہے اس رقم کو مقررہ رفاہی کاموں میں نہ خرچ کر کے غیر ضروری کاموں میں خرچ کر دیا جائے یا ذاتی کاموں میں استعمال میں لایا جائے تو یہ یقیناً بڑی خیانت ہوگی، **ان اللہ یامرکم ان تودوا الامانات الی اھلھا** اللہ تعالیٰ تمہیں ان کے اہل کو امانتیں سپرد کرنے کا حکم دیتا ہے لہذا اگر خیانت کی گئی حساب وکتاب صحیح نہ رکھا گیا تو عنداللہ اور عندالناس دونوں جگہ مسئول ہوں گے، آپ ﷺ نے فرمایا قرب قیامت امانتیں ضائع ہوجائیں گی **ضیعت الامانة** آج ملازم مزدور کارخانوں فیکٹریوں کا مال طرح طرح سے چوری کر کے گھر لے جاتے ہیں اور اس کو استعمال کرتے ہیں یہ غصب اور چوری ہے بڑی خیانت ہے، نیز ہزار تدبیروں کے ذریعہ مال باہر نکال کر بیچ دیا جاتا ہے، الغرض کوئی شعبہ خالی ہوگا جہاں پر خیانت کی گرم بازاری نہیں ہے یہ سب نہایت گھٹیا حرکتیں ہیں جن سے آدمی کا کردار مجروح ہوجاتا ہے، آج وقت کا ضیاع بھی بہت

ہورہا ہے جبکہ زندگی کا ہرلمحہ آدمی کے پاس امانت ہے، بیوی بچوں کی تربیت صحیح نہ ہونے کی بنا پراُن کا ضیاع ہو رہا ہے، لہذا اس کے بارے میں بھی سوال ہوگا **کلکم راعٍ و کلکم مسؤل عن رعیته** بےفکری غفلت عام ہے، موبائل کی مشغولیت نے لوگوں کو اہم کاموں سے بھی غافل کردیا ہے لوگ ترقی نہیں کررہے ہیں جبکہ مشہور مقولہ **من ساوی یوماں فهو فی خسران** جس کے دودن برابر ہوگئے وہ بھی نقصان ہے، حضرت انسؓ راوی ہیں کہ آپ ﷺ اپنے اکثر خطبوں میں ارشاد فرمایا کرتے تھے **لا ایمان لمن لا امانة له و لا دین لمن لا عهد له** کہ جس میں امانت داری نہیں اس میں ایمان نہیں اور جس میں وعدہ وفائی نہیں اس میں دین نہیں لہذا ہم اپنا جائزہ لیتے رہیں کہ ہم میں کتنی امانت داری ہے۔

اگر آدمی مسلسل خیانت کا مرتکب ہورہا ہے خواہ کیسا ہی نمازی عبادت گزار ہو خدا کی بارگاہ میں وہ منافق کہلاتا ہے، منافق کی چار نشانیاں حدیث پاک میں بیان کی گئی ہیں: **اذا حدث کذب ، اذا وعد اخلف، و اذا أتمن خان، اذا خاصم فجر** کہ جب بات کرے جھوٹ بولے، جھوٹ کے بغیر اس کا کاروبار ہی نہیں چلتا ہے، بات بات پر جھوٹ بولتا ہے اور کبھی بھی وعدہ پورا نہیں کرتا، امانت اس کے حوالہ کی جائے تو ہیرا پھیری کرکے اس کو ختم کردیتا ہے، اور جب کسی سے اختلاف ہوجائے تو نہایت بے باکی کے ساتھ مقابلہ میں اتر جاتا ہے اور اوٗل پھول بکنے لگتا ہے ع

کھلی رنجش تیر طرز بیاں سے نہ تھی دل میں تو کیوں اگلی زباں سے

یہ دنیا آزمائشوں کا گھر ہے، زندگی کے قیمتی اوقات اسی لئے دیئے گئے ہیں کہ جن حالات اور کیفیات سے ہم گزررہے ہیں ان میں شریعت کا دامن پکڑے ہوئے ہیں یا چھوڑے ہوئے ہیں **الذی خلق الموت والحیاۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا** یہ دیکھا جائے گا کہ احسن طریقہ عبادات معاملات معاشرت میں کون اختیار کرتا ہے، مطابق سنت وشریعت طریقہ ہی احسن ہے، تقویٰ احتیاط کا عنوان ہمارے اعمال کی فہرست میں شامل ہے یا نہیں؟ اگر ہماری تربیت اچھی ہوئی ہے اور ہم امانت داری وعدہ وفائی کے وصف کے ساتھ متصف ہیں تو خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے اگر ہم اس وصف سے تہی دامن ہیں تو پھر دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

مضامین

شکوۂ قحط الرجال

مفتی ناصرالدین مظاہری

استاذ جامعہ مظاہرعلوم وقف سہارنپور

جس دور میں ہم لوگ سانس لے رہے ہیں اس کو مختصر لفظوں میں ''دور قحط الرجال'' کہا جاسکتا ہے، کوئی مجلس، کوئی جماعت، کوئی تنظیم، کوئی ادارہ اور کوئی سوسائٹی ایسی نہیں ہے جس کو کام کے افراد کی کمی کا احساس اور شکوہ نہ ہو۔

اگر غائرانہ نظر ڈالی جائے تو اس احساس کے شاکی، افراد کی کمی کے لئے شکوہ سنج اور کام کے افراد نہ ملنے کی شکایت سب سے زیادہ مسلمانوں کو ہے اور یہ بھی ناقابل انکار سچائی ہے کہ سب سے کم شکوہ یہودیوں کو ہے۔ پوری دنیا کے کل یہودی آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہیں، لیکن ان کی سوچ، فکر ونظر کی وسعت، منصوبہ بندی، اتحاد ویکجہتی اور ایک دوسرے کیلئے ہمدردی ومروت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ پوری دنیا میں اگر کہیں بھی کسی یہودی مفادات یا یہودی شخص کسی بھی ناگہانی آفت سے دوچار ہوتا ہے تو غاصب وقابض ملک اسرائیل اپنے تمام تر وسائل اور ذرائع کا استعمال کرکے اس کا پائدار حل تلاش کرلیتا ہے، لیکن مسلمان حکومتیں، بااقتدار شخصیتیں اور بااثر مسلمان دنیا کے کسی بھی ملک اور خطہ کے مسلمانوں کی انفرادی یا اجتماعی مشکل کا حل تلاش کرنے میں یکسر ناکام نظر آتے ہیں، حالانکہ مسلمانوں کی اپنی ستاون (۵۷) حکومتیں ہیں، ان کے اپنے مالیاتی ذخائر اور معدنیاتی خزینے ہیں، تیل، گیس، پیٹرول، سونے اور چاندی کے معادن انھیں کے پاس ہیں، دنیا کی سب سے بڑی مجموعی فوجی طاقت بھی مسلمانوں کے پاس ہے، دنیا کے اہم راستے، ہوائی اور زمینی گزرگاہیں بھی مسلمانوں کے پاس ہیں لیکن ان سب کے باوجود ہمارا کوئی وجود اور عالمی سوسائٹی میں ہمارا کوئی شمار نہیں ہے......آخر اس کی وجہ کیا ہے......؟۔

وجہ صرف یہ ہے کہ ہم نے اپنے ''مسلمان'' ہونے کے احساس کو کھودیا ہے، ایک مؤمن کیلئے سب سے بڑا جو سرمایہ ہوتا ہے اس سرمایہ سے ہم دست بردار ہوگئے ہیں، ہمارے پاس اڑنے کیلئے جو دست وبازو تھے، پرواز کیلئے جو فضائیں تھیں، ان سب پر غیروں نے قبضہ جمالیا اور ہم اِسی خوش فہمی کا شکار بنے رہے کہ

سب کچھ ہمارے پاس ہے،ہم نے حالات کا رونارونے کو فرض منصبی تصور کرلیا،اسلام اور مسلمانوں پر جبر وتشدد کو مسلم حکومتوں کے سرتھوپ کر خاموش ہوگئے ،معاش ومعاد کے معاملہ میں اللہ پر تکیہ کرنے کے بجائے عالمی اورسوئس بینکوں پر بھروسہ کر بیٹھے،اپنی جماعت اور جمعیت کو متحد کرنے کے بجائے ہم خود اغیار کی جماعت کا رُکن بن گئے ،اپنی دنیا آپ پیدا کرنے کے بجائے دوسروں کے رحم وکرم پر اپنی زندگی گزارنے کو دانائی اور حکمت عملی سمجھ بیٹھے ،اپنی پارٹی بنانے کے بجائے ہم خود دوسروں کی پارٹیوں میں ضم ہوگئے ،اپنا وجود ثابت کرنے کے بجائے دوسروں کے وجود کو ثابت کرنے میں لگ گئے ، اپنی اسلامی تنظیمات ،دینی مدارس،قرآنی مکاتب اور روحانی خانقاہوں کو آباد کرنے کے بجائے ہم ان ہی کو مطعون اور ہدف تنقید بنانے لگے۔

ہماری یہ باتیں لفاظی نہیں ،نہ ہی لفظوں کا ہیر پھیر ہیں ،ہر لفظ کی ایک کہانی اور ہر جملے کی ایک داستان دل خراش ہے جو انتہائی کرب انگیز اور غمناک ہے۔

آپ سوشل میڈیا پر جائیں وہاں آپ کو یہی نظریات پڑھنے کو ملیں گے......آپ عالمی رائے عامہ پر نظر کریں ہر جگہ اپنے ہی اپنوں سے باہم دست وگریباں ملیں گے......سیاست کے کوہ ہمالہ کے پہلے زینے پر ہی ہم نے قدم رکھا اور اس کو برا کہنا شروع کردیا......تجارت کی الف باء سے واقف نہیں اور علمی موشگافیوں سے مفکر اسلام بن گئے ......فیس بک کے علاوہ ایک بھی کتاب نہیں پڑھی اور خود کو دانشور سمجھنے لگے......فرائض کی ادائیگی ہونہیں پاتی اور مستحبات پر انگلیاں اٹھانے لگے......قرآن کریم کا اردو ترجمہ ہم سے ہونہیں سکتا اور تفسیر بالرائے کے خواب سجانے لگے......مکتب ہم سے صحیح طور پر چلایا نہیں جاتا اور جامعات پر نکیر کرنے لگے......زکوۃ ہم سے نکلتی نہیں اور مدارس کے نظام طعام وقیام پر نقد وتنقید کرکے دل کی بھڑاس نکالنے لگے......گھروں میں ہماری چلتی نہیں اور مساجد کے اماموں کو اپنا غلام سمجھنے لگے......اپنی اولاد شتر بے مہار ہے اور ماتحت ملازمین کی زندگیاں اجیرن کئے ہوئے ہیں......اپنے ماں باپ کی خدمت ہونہیں پاتی دوسرے بزرگوں کے لئے مستقل فنڈ کی بات کرتے ہیں......اپنی بچیاں بازاروں کی زینت بنی ہوئی ہیں اور محراب سے ہم پردہ کی رٹ لگائے ہوئے ہیں......اپنے گھر والے ہم سے ناخوش ہیں اور معاشرہ میں خوشنما انقلاب کی ڈفلی بجانے سے نہیں تھکتے......اپنے گھروں کا نظام درست نہیں مگر دوسرے اداروں ،مدرسوں اور مسجدوں میں مشورے دیتے نہیں تھکتے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ ہم اپنی ہی سوسائٹی کے لئے اجنبی ،ناکارہ اور عضو معطل تصور کئے جانے لگے، پرواز کے

لئے ہزاروں وسعتیں، فضائیں اورافق وآسمان ہونے کے باوجود ہمارا عرصہ حیات ہم پرتنگ ہوگیا۔

آج دنیا میں ہراہم معاشی نظام پر یہودیوں کا قبضہ ہے...... پوری دنیا کا سب سے طاقتورادارہ میڈیا یہودیوں کے قبضہ میں ہے...... پوری دنیا کا سب سے مالدارعالمی بینک یہودیوں کا ہے......امریکہ کے سرکاری یانیم سرکاری ہربڑے شعبہ کی سربراہی یہودی کرتاہے......امریکی جاسوسی نظام سے لے کر دنیا کے ترقی پذیراورترقی یافتہ ملکوں کے فوجی نظام کو یہودیوں کے مشاق تربیت یافتہ فوجیوں سے ٹریننگ مل رہی ہے۔

دنیا بھر کے مذکورہ کلیدی شعبہ جات پر مکمل یہودی گرفت کی وجہ کیا ہے؟ وجہ جاننے کے لئے تاریخ کے صفحات کو پلٹنا ہوگا۔

۵۸۶ قبل مسیح میں بخت نصر نے یہودیوں کا قتل عام کرایا تھا......۱۲۹۰ء میں برطانوی حکومت نے برطانیہ سے یہودیوں کو نکال باہر کیا......۱۳۹۴ء میں فرانس میں یہودیوں کا قتل عام اور جلاوطنی ہوئی......۱۳ مارچ ۱۴۹۲ء میں اسپین کی سرزمین بھی یہودیوں کیلئے تنگ ہوگئی اور وہاں سے بھی یہودیوں کو جلاوطن ہونا پڑا......۱۵۴۰ء میں نابولی (اٹلی) میں یہودیوں کو بے تحاشہ مارااور جلاوطن کیا گیا۔

مشہورعیسائی ظالم حکمراں ہٹلر کو بھی یہودی خباثتوں اور چیرہ دستیوں کا بخوبی علم تھا......اس نے محسوس کیا کہ روئے زمین پر اس قوم سے زیادہ مفسد، فتنہ پرداز، عیار ومکاراور ظالم وجابر کوئی اور قوم نہیں ہے چنانچہ ہٹلر نے یہودیوں کی ایک بڑی جمعیت کو جو لاکھوں پر مشتمل تھی بے دریغ قتل کرادیا یہ ۱۹۳۳ء سے ۱۹۴۵ء کے درمیان کی بات ہے......جلاوطنی، نقل مکانی اور قتل عام کے یہ تمام واقعات عیسائی ملکوں اور عیسائی قوموں کے ذریعہ وجود میں آئے جب کہ مسلمانوں نے یہودیوں کو ہر زمانہ میں بہت زیادہ مراعات دیں...... چنانچہ اسپین میں مسلمانوں نے جو مراعات دے رکھی تھیں ان پر مستقل ایک کتاب لکھی جاسکتی ہے لیکن یہودی ہمیشہ اپنے محسنوں کے لئے آستین کا سانپ ثابت ہوئے ہیں جس کا خمیازہ آج ہم مسلمان ''فلسطین'' میں بھگت رہے ہیں۔

اِن مسلسل قتل عام سے بچ جانے والے مٹھی بھر یہودی اپنی جان بچاتے اور دم دباتے دنیا کے طول وعرض میں بھاگتے پھرے، انھیں نہ تو کہیں جائے قرار مل سکی اور نہ ہی راہ فرار میسر آسکی، لیکن جو یہودی جہاں بھی تھا آپس میں ایک دوسرے سے مربوط رہا نتیجہ کے طور پر ۱۸۹۷ء میں سوئزرلینڈ کے شہر باسل میں ۳۰۰ راہم یہودی رہنما جمع ہوئے اور پوری دنیا کو اپنی مٹھی میں لینے کا دستور العمل طے کیا، اس دستور کو عام اصطلاح میں

''یہودی پروٹوکول'' کہاجاتا ہے۔چنانچہ اس پروٹوکول کے مطابق کام شروع ہوا،منصوبہ بندی،حکمت علمی،رازداری جوکسی بھی مقصد کو پانے میں کلید کی حیثیت رکھتی ہےاس کو ہمہ وقت پیش نظر رکھا گیااوراس رزلٹ آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے۔(اقوام متحدہ بھی یہودی مفادات کے تحفظ کیلئے قائم ہوا ہے جس کے تمام اہم شعبہ جات یہودیوں کے پاس ہیں۔

یہودیوں نے اپنی شکست کا بدلہ کتنی حکمت اورتدبیر سے لیا کہ دوسری تمام قومیں ''ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم'' کا مصداق بن گئیں۔لیکن مسلمان جو ہردور میں ظلم کا شکار رہا...... ہرعہد میں اس پر غیروں نے شکنجہ کسا...... ہرظالم حکمراں نے گاجرمولی کی طرح کاٹا...... ہرنزلہ مسلمانوں کی گردنوں پرگرا......لیکن مسلمان خواب غفلت سے بیدارنہیں ہوا...... اور......ہم اپنے کردار وعمل سے دوسروں کومرعوب کرنے کے بجائے خودہی مرعوب ہوگئے۔

ایک بارحضرت خالد بن عبدالرحمٰن بغداد آئے توابوجعفرمنصور بغدادی نے آپ سے پوچھا کہ آپ تو خلفاء بنوامیہ میں تشریف لاتے رہے ہیں بتائیے کہ ان کے اورمیرے دورحکومت میں کیافرق ہےاورآپ نے راستے میں مختلف صوبوں کے عاملین کوکیسا پایا؟

حضرت خالدؒ نے برجستہ فرمایا کہ میں نے تمہارے عاملین(افسران)کودیکھاجن کے مظالم کی انتہانہیں ہے،حالانکہ بنوامیہ کے عہد میں کوئی ظلم نہیں تھا۔

منصورعباسی نے یہ جچا تلااورحق جواب سن کرندامت کے احساس سے گردن جھکالی اورکچھ دیر کے بعد سراٹھایااورگویاہوا کہ اچھے عمال(افسران)نہیں ملتے،ہم کیا کریں؟

حضرت خالدؒ نے فرمایا کہ حضرت عمربن عبدالعزیزؒ فرمایا کرتے تھے کہ حاکم کی مثال ایک بازار کی سی ہے جس میں وہی مال آتا ہے جواس میں چلتا ہے،اگروہ نیک ہوتا ہےتو مقربین اس کے پاس نیک لوگوں کولاتے ہیں اوراگروہ بدکار ہوتا ہےتو مقربین اس کی خدمت میں بدکاروں کوپیش کرتے ہیں۔

اللہ کے رسولؐ کاارشادعالی **اعْـمَـالُكُم عُمَّالكم** (جیسےتمہارےاعمال ہوں گے ویسےہی تمہارے حکمراں) اپنی جگہ بالکل برحق ہے،ہمارے اعمال کی نحوست سے حکمراں متعین ہوتے ہیں''شامت اعمالِ ماصورت نادرگرفت''ایک مسلمہ اصول ہے۔

مضامین

خواتین کی دینی تعلیم-ضرورت وافادیت

مولانا شمشاد احمد مظاہری
استاذ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

تاریخ کے مطالعہ سے یہ حقیقت عیاں نظر آتی ہے کہ جب خالقِ کائنات نے حضرت آدم علیہ السلام کو تخلیق فرما کر جنت میں سکونت بخش دی تو جنت کی تمام تر نعمتوں اور آسائشوں کے باوجود ان کو تنہائی اور کمی کا احساس ہو، تب اللہ رب العزت نے حضرت حوأ کو پیدا فرمایا، گویا عورت کا وجود کائنات کی تکمیل کرتا ہے، عورت اس عالَم رنگ وبو کا وہ حسین شاہ کار اور دلکش وجود ہے جس کے دم سے حیات قائم ہے، اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ عورت کے بغیر نسل انسانی کی بقا واستحکام اور نشو ونما قطعاً ناممکن ہے، عورت ماں کے روپ میں شفقت وایثار، بے لوث محبت کی انمول داستان ہے، بیوی کی شکل میں خلوص ووفاداری اور چاہت کا حسین افسانہ ہے، بہن کی شکل میں اللہ کی بہترین نعمت اور بیٹی کی شکل میں خدا کی رحمت ہے۔

مذہبِ اسلام نے آتے ہی عورت کو زمانۂ جاہلیت کے جاہلانہ اور ظلمت زدہ ماحول سے نکالا، اور ذلت وپستی سے چھٹکارا دلا کر مقام عزت ورفعت سے نوازا، بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے اور ان کو حقارت وخفّت کی نگاہ سے دیکھنے کی پرزور الفاظ میں تردید کی، نبیٔ رحمت آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مبارک ہے وہ عورت جس کے پیٹ سے پہلی مرتبہ بیٹی پیدا ہو'' (تفسیر قرطبی)۔

نیز بہنوں اور بیٹیوں کی عمدہ تعلیم وتربیت کرنے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے پر جہنم سے آزادی کی بشارت بھی سنائی، ارشاد فرمایا: **مـن كُـنّ لـه ثلاث بنات أو ثلاثُ اخواتٍ أو بنتان أو اختان اتق الله فيهن و أحسن اليهن حتى يبنّ أو يمتن كن له حجاباً من النار** (مسند احمد، رقم: ۹۰۴۳)۔

جس کے یہاں تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں، یا دو بیٹیاں دو بہنیں ہوں اور وہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے، یہاں تک کہ وہ اس سے جدا ہو جائیں، یا فوت ہو جائیں تو وہ اس کے لئے جہنم سے پردہ ہوں گی۔

دراصل عورت انسانی معاشرہ کا نصف حصہ ہے، اور معاشرہ کی تشکیل وتعمیر میں عورت کا کردار مرد کے

بالمقابل کچھ زیادہ ہے، اس لئے اس کا دین واخلاق حسنہ سے آراستہ ہونا، اعمال صالحہ پر آمادگی، دینی معلومات کا شوق، اور خوفِ خداوندی جیسے اوصاف سے متصف ہونا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ یہ چیزیں ایک مرد کیلئے ضروری سمجھی جاتی ہیں، عورت انسان کی خشتِ اول اور بنیاد کا درجہ رکھتی ہے، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ

''ماں کی گود بچہ کی پہلی درس گاہ ہے'' اس لئے وہ جس قدر اخلاق وعادات اور حسن کردار کی حامل اور تعلیم دین نیز اسلامی تہذیب سے آراستہ ہوگی اولاد پر اتنا ہی اس کا اثر ہوگا، ورنہ تو اگر ماں ہی بداخلاق یا بدکردار ہو تو اس کی گود سے تیار ہونے والی نسل بھی رذائل اور بری خصلتوں کی حامل ہوتی ہے، جو آئندہ چل کر معاشرہ میں بگاڑ کا سبب اور اخلاقی بحران کا باعث بنتی ہے، حکیم الامت حضرت تھانویؒ تعلیم نسواں کی ضرورت، اور بنات کی دینی تعلیم وتربیت پر زور دیتے ہوئے لکھتے ہیں ''کم از کم ہر مسلمان عورت کو اپنی مذہبی تعلیم سے بہرہ اندوز ہونا چاہئے اور ہمیں اپنے اوپر لازم کرلینا چاہئے کہ ہم انہیں قرآن وحدیث، اردو لکھنا پڑھنا، معاشرت، معاملات، اخلاقیات، حساب وکتاب اور امورِ خانہ داری کی تعلیم دیں''۔

ایک دوسرے موقع پر رقمطراز ہیں: ''ضرورت اس کی ہے کہ عورتوں میں بھی علم دین کی جاننے والیاں ہوں، تو ان کے ذریعہ سے عورتوں کی اصلاح بآسانی ہوجائے گی کیونکہ مردوں کے عالم ہونے سے عورتوں کی پوری اصلاح نہیں ہوتی''۔

لڑکیوں کی تعلیم وتربیت میں کمی کے حوالہ سے والدین کو قصوروار ٹھہراتے ہوئے لکھتے ہیں: ''لڑکیوں کی اصلاح نہ ہونے میں سارا قصور (اللہ رحم کرے) ماں باپ کا ہے کہ وہ لڑکیوں کی دینی تعلیم کا انتظام واہتمام بالکل نہیں کرتے''۔

والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی بچیوں اور گھر کی خواتین میں دینی شعور اور اسلامی تعلیم وتربیت کے لئے فکرمند ہوں، دورِ حاضر کا افسوسناک المیہ یہ ہے کہ والدین اپنی اولاد کی دینی تعلیم اور اسلامی تربیت سے آنکھیں چرا کر ان کو خالصۃً ایسے کالجز اور عصری اداروں کے حوالہ کردیتے ہیں جہاں کا ماحول بالکل غیر اسلامی، بلکہ اسلام دشمن ہوتا ہے، اور پھر وہاں کے برے اور گندے ماحول سے متاثر ہوکر نہ صرف مذہب سے بیزاری ہوتی ہے بلکہ ارتداد کے وہ دل خراش واقعات بھی پیش آتے ہیں جن سے پوری امت مسلمہ کا سر شرمندگی سے جھک جاتا ہے۔

مضامین

پہلا نبی خدا کا ہندوستاں میں آیا

مولانا عبدالصمد رشیدی
مدرس عربی جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

براس پنجاب میں انبیاء کرامؑ کی قبریں

سرزمین ہند حضرت آدمؑ کے علاوہ متعدد انبیاء کرام کے ورود مسعود سے مشرف ہوئی، چنانچہ محبوب سبحانی امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ نے پنجاب کے شہر سرہند کے قریب ۷ ارکلومیٹر دور موضع براس (ضلع فتح گڑھ صاحب) میں انبیاء کرامؑ کی آخری آرام گاہوں کی موجودگی کا کشف سے اظہار کیا اور مزارات میں سے ہر ایک کی جائے وقوع کی باقاعدہ نشان دہی بھی کی، حضرت شیخ مجدد الف ثانیؒ کی سوانح حیات ''روضۃ القیومیہ'' میں خواجہ ابوالفیض کمال الدین محمد احسان لکھتے ہیں کہ: حضرت مجدد الف ثانی جنگل کی سیر کے لئے باہر نکلے، شہر کے باہر جنوب مشرقی کونے میں ایک بلند ٹیلہ تھا اسے اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمایا، ظہر کی نماز وہیں ادا کی اور دیر تک مراقبہ کرنے کے بعد لوگوں کو فرمایا کہ کشفی نظر سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس ٹیلہ پر انبیاء کے مقبرے ہیں، بلکہ ان بزرگوں (انبیاء) نے مجھ سے ملاقات بھی کی ہے اور مجھے کہا ہے کہ ہم اس مقام میں آرام کئے ہوئے ہیں (روضۃ القیومیہ رص:۲۸۶ رج:۱)۔

پھر ایک جگہ پر مجدد الف ثانیؒ نے اپنے بیٹے حضرت محمد سعید (جن کو آپ نے خازن الرحمۃ فرمایا) کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرمایا: اے فرزند! یہ فقیر جس قدر ملاحظہ کرتا ہے اور نظر دوڑاتا ہے تو کوئی ایسی جگہ (خطۂ زمین میں) نہیں پاتا جہاں ہمارے پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت نہ پہونچی ہو، بلکہ محسوس ہوتا ہے کہ آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کا نور آفتاب کی طرح سب جگہ پہونچا ہے، حتی کہ یاجوج ماجوج میں بھی جن کے درمیان دیوار حائل ہے (وہاں بھی) پہونچا ہے اور گذشتہ امتوں میں بھی ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی جگہ بہت ہی کم ہیں جہاں پیغمبر

مبعوث نہ ہوئے ہوں، یہاں تک کہ زمین ہند میں بھی جو اس معاملے سے دور دکھائی دیتی ہے، معلوم محسوس ہوتا ہے کہ اہل ہند سے بھی پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں اور صانع جل شانہ کی طرف دعوت فرمائی ہے، اور ہندوستان کے بعض شہروں میں محسوس ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والتسلیمات کے انوار شرک کے اندھیروں میں مشعلوں کی طرح روشن ہیں اگر (یہ فقیر) ان شہروں کو متعین کرنا چاہے تو کرسکتا ہے، اور دیکھتا ہے کہ کوئی پیغمبر ایسا ہے جس پر کوئی بھی ایمان نہیں لایا اور اس کی دعوت کو قبول نہیں کیا، اور کوئی پیغمبر ایسا ہے جس پر صرف ایک آدمی ایمان لایا ہے اور کسی کے تابع صرف دو شخص ہوئے ہیں اور بعض پر صرف تین آدمی ایمان لائے ہیں، تین آدمیوں سے زیادہ نظر نہیں آتے جو ہندوستان میں کسی ایک پیغمبر پر ایمان لائے ہوں تاکہ چار آدمی ایک پیغمبر کی امت ہوتے، اور ہند کے سرداران کفار نے واجب تعالیٰ کے وجود اور اس سبحانہ کی صفات سے تنزیہات وتقدیسات کی نسبت جو کچھ لکھا ہے وہ سب قندیل نبوت کے انوار سے لیا گیا ہے، کیونکہ گذشتہ امتوں میں ہر زمانہ میں ایک نہ ایک پیغمبر ضرور گزرا ہے جس نے واجب تعالیٰ کے وجود اور اس جل شانہ کی صفات ثبوتیہ سے اس کی تنزیہات وتقدیسات کی نسبت خبر دی ہے (مکتوبات امام ربانی فارسی رص: ۴۲۹ رمکتوب نمبر ۲۵۹ رمکتوبات امام ربانی رص: ۲۰۸ ردفتر اول مکتوب نمبر ۲۵۹ ر اردو ترجمہ حضرت مولانا نازوار حسین شاہ صاحب نقشبندی)۔

مضافات سرہند میں چالیس پیغمبروں کی قبریں ہیں

روضۃ القیومیہ کے مصنف خواجہ ابوالفیض کمال الدین محمد احسان لکھتے ہیں کہ میرے والد بزرگوار نے فرمایا کہ ایک روز حضرت قیوم ثالث حجۃ اللہؒ (خواجہ محمد نقشبند جو کہ خواجہ معصوم سرہندی کے صاحب زادے اور مجدد الف ثانی کے نبیرہ ہیں) اس مقام کی زیارت کے لئے گئے، جہاں پیغمبر مدفون ہیں، فاتحہ سے فارغ ہوکر لوگوں کو فرمایا: کہ اس مقام پر چالیس پیغمبر لیٹے ہوئے ہیں، لیکن ان میں سے بعض طوفان نوح سے پہلے کے مبعوث شدہ ہیں، اس مبارک ٹیلہ کی پائنتی کی طرف ''براس'' نام کا ایک گاؤں ہے جو انبیاء کی ہجرت گاہ ہے اور ٹیلہ بھی ان انبیاء کے وقت آباد تھا، چونکہ لوگ ان انبیاء کے پیرو کار نہ بنے ان پر ایمان نہ لائے اس لئے اللہ

تعالیٰ نے اس بستی کو تہہ وبالا کر دیا تھا، شہر سرہند سے چھ کوس کے فاصلہ پر ایک گاؤں سنکوتل (سنگول) نام سے ہے، یہاں بھی پیغمبر مبعوث ہوئے لیکن وہاں کے لوگ بد قسمتی سے ان پر ایمان نہ لائے حق تعالیٰ شانہ نے اپنا غضب وہاں نازل فرمایا، آسمانوں سے پتھروں کی بارش کی گئی اور وہ سب کے سب ہلاک ہو گئے، پیغمبر وہاں سے ہجرت کر کے ''براس'' میں آئے اور یہیں وفات پائی، واضح رہے کہ اس قدر انبیاء جو یہاں مبعوث ہوئے ہیں یہ ایک ہی وقت میں نہیں ہوئے بلکہ ایک ایک یا دو دو مختلف وقتوں میں ہوتے آئے ہیں اور خلقت کو خدا کی طرف بلاتے آئے ہیں، حضرت مجدد الف ثانیؒ کے علاوہ برصغیر کے دوسرے علماء ومشائخ اس بات کے قائل نہیں تھے کہ ہندوستان میں بھی کوئی پیغمبر یا نبی مبعوث ہوا تھا بلکہ اس کا انکار ہی کرتے آئے ہیں۔

حضرت قیوم اول مجدد الف ثانی اسی مکتوب میں ''جس میں ہندوستان میں انبیاء کے مبعوث ہونے کا ثبوت بیان فرمایا ہے'' لکھتے ہیں کہ: یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیسات اور تنزیہات جو اہل ہنود بیان کرتے ہیں وہ انہیں انبیاء کے علوم سے بعض حقائق چوری کئے ہوئے ہیں، نہیں تو ان کے نامعقول اقوال خاکی الوہیت پر کیوں کر مان سکتے ہیں، نبی، رسول اور پیغمبر یہ سب الفاظ عربی فارسی ہیں، نہیں معلوم قدیم ہندی زبان میں ان کیلئے کیا الفاظ تھے (روضۃ القیومیہ رص: ۱۸۷رج:۱)۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنے مرید حاجی محمد حسین بسی نواسی کو بتایا کہ انہوں نے اس جگہ (موضع براس) پر مراقبہ کیا اور ان حضرات (انبیاء کرام) کی روحوں سے ملاقات کی جو گنتی میں تیرہ حضرات ہیں، اور ان میں ایک باپ بیٹے بھی ہیں، حضرت کا نام ابراہیم اور بیٹے کا نام حذر ہے، یہ ہندوستان میں یہاں کے لوگوں کی ہدایت کیلئے مبعوث ہوئے تھے، ان کے علاوہ حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ، حضرت مولانا شیخ زکریاؒ اور اسی خاندان کے بہت سے علمائے دین بھی حاضری دے چکے ہیں۔

اس مقام پر نبیوں کی قبروں کی تعداد کے بارے میں مختلف رائیں ظاہر کی گئی ہیں کسی نے تین کسی نے تیرہ اور کسی نے ان سے کم یا زیادہ بتایا ہے، لیکن سب سے صحیح روایت یہ ہے کہ یہاں تین پیغمبر مرسل آرام فرما ہیں، ایک روایت کے مطابق پچیس غیر مرسل نبی اور بھی مدفون ہیں، اس وقت چہار دیواری کے اندر نو (۹) قبروں کے علاوہ دو قبریں اور ہیں جن پر ایک چھوٹا سا کمرہ تعمیر کیا ہوا ہے (گلشن اولیائے کرام رص: ۲۸)۔

خطبات

تزکیۂ نفس

پیر طریقت حضرت شیخ آصف حسین فاروقی نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ

پچھلی قوموں پر عذاب الٰہی کا سبب ان کی نافرمانی ہے

تو عرض یہ کررہا تھا کہ سورۃ الفرقان میں جو صفات اپنے پیارے بندوں کی بیان فرمائی ہیں اسی لئے بیان فرمائی گئی ہیں کہ ہم بھی اس پر عمل کریں اور وہ صفات ہم میں پیدا کرنے کی کوشش کریں، اور مختلف قوموں کے واقعات اسی لئے بیان فرمائے گئے ہیں کہ ہم ان گناہوں سے بچیں اور اللہ کے عذاب اور عتاب میں نہ آجائیں، وارننگ ہے اللہ کی طرف سے، کہ قرآن میں اس گناہ کی یہ سزادی گئی ہے، اور فلاں گناہ کی یہ سزادی گئی ہے، مختلف قوموں کے واقعات یعنی قومِ لوط، قومِ ثمود، قومِ صالح، قومِ شعیب وغیرہ کے مختلف قسم کے گناہ اور نافرمانیاں تھیں جو ساری کی ساری ہم میں جمع ہوگئی ہیں، تو بھائی! یہ بہت ہی تشویش ناک بات ہے اور خطرناک چیز ہے۔

ان پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے سزائیں آئی ہیں، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی سزائیں ہیں، تو الحمدللہ یہ صفات جو بیان فرمائی ہیں وہ بہت قیمتی باتیں ہیں اللہ تعالیٰ جن کے کرنے کا حکم دیں وہ مشکل نہیں ہیں انسان کیلئے، ان تمام صفات میں سے ایک صفت اللہ تعالیٰ نے آخری آیات میں سے ایک آیت میں بیان فرمائی ہے، کہ میرے محبوب بندوں کی اداؤں میں سے ایک اداء جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے وہ دعاء ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں، بندوں کا دعاء مانگنا اللہ تعالیٰ کو بہت ہی پسند ہے اور اللہ پاک نے دعاء مانگنے کو اس فہرست میں شامل فرمایا ہے کہ جو اپنے محبوب بندوں کے طریقوں میں سے ایک طریقہ اور صفت ہے۔

دعا کرنا ایک عمدہ صفت ہے

الحمدللہ دعاء مانگنا بہت اچھی صفت ہے، ہم اپنا کام دعاء مانگنے سے شروع تو کر کے دیکھیں؟ جو آج کا پیغام ہے حق تعالیٰ کی طرف سے پھر ان شاء اللہ باقی کام بھی اللہ تعالیٰ پورے فرمادیں گے، ہمارے بیٹھنے کا مقصد بھی یہی ہے، یہ دعاء بہت مشہور ہے، الحمدللہ آپ سنتے رہتے ہیں پڑھتے بھی ہیں اکثر مجالس کے اندر یہ دعاء

پڑھی جاتی ہے، رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا o ہم پڑھتے اور سنتے بھی ہیں لیکن دعاء کیا ہے؟ یہ تو عجیب وغریب خزانہ ہے رحمتوں کا، اللہ کے فضل کا عجیب وغریب خزانہ ہے۔

پہلی چیز تو یہ کہ اللہ پاک کو یہ دعاء بہت ہی پسند ہے اس میں بندہ رب سے کہتا کیا ہے؟ دعاء کرتا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ! تو ہماری ازواج کو اور ہماری اولاد کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنادے!! کیا خوبصورت دعاء ہے، دو چیزوں کیلئے کہا ہے ایک بیوی، دوسری اولاد، اللہ کے محبوبین راتوں کو اٹھ کر مجالس کے بعد، نمازوں کے بعد اس دعاء کا اہتمام کرتے ہیں، ہمیں بھی کرنا چاہئے ان شاء اللہ۔ تو فرمایا: قرۃ اعین یعنی ہماری بیویوں کو اور ہماری اولاد کو آنکھوں کی ٹھنڈک بنا، اس قرۃ اعین والے فقرے کے اندر کتنی وسعت ہے الحمد للہ آپ اس کو سمجھیں! آنکھوں کی ٹھنڈک، آنکھ جو ہے ہمارے نزدیک ایک ہی کام کرتی ہے، کیا کام کرتی ہے؟ بینائی کا کام، دیکھنے کا کام کرتی ہے، یہی ہے نا مقصد؟ ہمارا تعارف تو یہی ہے کہ آنکھ دیکھتی ہے اس کے بعد کمزور ہوجاتی ہے عینک لگالیتے ہیں بینائی کمزور ہوجاتی ہے، موتیا اتر آتا ہے۔

آنکھ قدرتِ الٰہی کا خزانہ ہے

لیکن آنکھ اللہ پاک کی تخلیق میں سے ایک ایسی تخلیق ہے کہ اس کی تہہ تک انسان پہونچ ہی نہیں سکتا، کہ ہے کیا چیز؟ سارے لوگ میرے سامنے بیٹھے ہیں سب مجھے دیکھ رہے ہیں، صحیح ہے نا؟ بے زبانی ہے زبان میری، زبان گفتگو کرتی ہے بتاتی ہے، الفاظ کا اظہار کرتی ہے، یہ زبان والا ہتھیار اللہ نے دیا ہے کہ جو بھی دل میں خیال آتا ہے اس کو زبان ادا کرتی ہے، لیکن ایک مقام پر جا کر زبان جو ہے قاصر ہوجاتی ہے، رک جاتی ہے، شرم سے حیاء سے، تکلیف سے یا بہت سے ایسے مواقع آتے ہیں کہ زبان کہتی ہے کہ میرے بس کی بات نہیں، میں بے بس ہوں۔

لیکن بات چونکہ پہونچانی ہوتی ہے یا کرنی ہوتی ہے، تو جب زبان کسی وجہ سے خاموش ہوجاتی ہے تو حق تعالیٰ نگاہوں کو گویائی عطا فرمادیتے ہیں کہ ہر وہ پیغام جو زبان دینا چاہتی ہے وہ سارا پیغام جو ہے آنکھیں دینے لگتی ہیں، محبت کا، نفرت کا، قبولیت کا، انکار کا، اقرار کا، بے حیائی کا، حیاء کا، الفت کا، دشمنی کا، مکاری کا، لالچ کا، ہوس کا، یعنی جو کچھ بھی ہے آنکھ آپ کو بتائے گی، ہر آنکھ مختلف زاوئے سے دیکھ رہی ہوتی ہے، اور ہر آنکھ کو آدمی (read) پڑھ سکتا ہے کہ اس کے اندر کیا ہے، صحیح ہے کہ نہیں؟ یعنی کوئی انسان دیکھے گا تو پتہ چل جائے گا کہ یہ اس وقت خوشی میں ہے یا غمی میں وہ آنکھوں کو دیکھنے سے ہی پتہ چل جائے گا، تو ہر چیز کا اظہار جو ہے آنکھ اس وقت کرتی ہے جب

زبان قاصر ہو جاتی ہے تو انسان کی نگاہوں سے بات نکلنا شروع ہو جاتی ہے اس کی نگاہیں بتاتی ہیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عجیب تخلیق نگاہ کی کی ہے، ایک شعر ہے ؎

میری خوشیوں کو جو پانا ہو تو آنکھیں دیکھو　　　تیرے حضور میں تصویر بن کے آیا ہوں

مژگاں سمجھتے ہیں؟ مژگاں یعنی پلکیں، شاعر کہتا ہے حرکت مژگاں کے اس کو دیکھ سکوں، یعنی یہ پلکیں میری ہلے بھی نا اور تجھے دیکھتا رہوں، قرآن کہتا ہے مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی معراج کی رات نبیؐ کریم ﷺ معراج پہ تشریف لے گئے، تو کیا ہوا؟ وہ آنکھ جھپکی نہ پلک بلکہ بغیر حرکت مژگاں کہ تو اس کو دیکھ سکوں، تیرے حضور میں تصویر بن کے آیا ہوں۔

آنکھوں کے مشاہدہ میں غرق ہو جاتا ہے

آنکھ کا ایک مقام یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ اتنی محو ہو جاتی ہے کہ جھپکتی بھی نہیں بس وہ اس کی تجلیات میں گم ہو جاتی ہے، بہر حال گفتگو اور طرف چلی گئی، آنکھ جو ہے اور ایسی صلاحیت رکھتی ہے وہ خزانہ رکھتی ہے کہ ہر چیز انسان کو سمجھا دیتی ہے، تو اس دعاء کے اندر انسان اللہ کریم سے کہہ رہا ہے کہ میری ازواج اور میری اولاد کو میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دے، وہ ٹھنڈک کیا ہے؟ کہ جب انتہا درجہ کی انسان کو خوشی ہوتی ہے تو آنکھوں میں ٹھنڈک آجاتی ہے، صحیح ہے کہ نہیں؟ قرآن کی جامعیت پر غور فرمائیں اس سے پتہ یہ چلا کہ ہم اللہ تعالیٰ سے مانگ رہے ہیں کہ اے اللہ میری بیوی اور بچے اتنے اتنے خوشحال ہو جائیں کہ دیکھتے ہی خوشی سے بے قرار ہو جاؤں، کتنی بڑی دعاء ہے۔

''ازواج'' جمع ہے ''زوج'' کی، یعنی جوڑا، تو جب بیوی دعاء مانگے گی تو شوہر کے حق میں ہوگی، اور جب شوہر اس دعاء کو مانگے گا تو بیوی کے لئے ہوگی، دونوں کے حق میں یہ دعاء کام کرے گی، جب بیوی دعاء مانگے گی تو کیا کہے گی؟ اے اللہ میرے شوہر اور میری اولاد کو میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دے، صرف مردوں کے لئے ہی نہیں ہے، اور جب مرد مانگے گا اپنی بیوی کے لئے تو کس طرح؟ کہ میری بیوی اتنی اچھی خوبصورت اور خوشحال ہو جائے با اخلاق ہو جائے، کہ وہ محبت والی، عجز والی، قناعت والی، گھر کی دیکھ بھال کرنے والی، بچوں کی نگہداری کرنے والی ہو، یعنی جو صفات حمیدہ اللہ نے عورت کے اندر رکھی ہوئی ہیں وہ شوہر مانگ رہا ہے اللہ سے، بیوی اور شوہر دونوں کے لئے مکمل جامع دعاء ہے، ہم کس سے مانگ رہے ہیں کہ جس کے خزانہ میں کوئی کمی ہے ہی نہیں۔

بزم رفتگاں

ذرہ کا رشتہ ماہتاب سے

(حضرت مولانا قاری محمد ایوب رشیدی قاسمی عماد پوری رحمہ اللہ)

از: حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ گنگوہی دامت برکاتہم
مدیر وشیخ الحدیث جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

اس سرائے فانی دنیا کی ہر شے خواہ وہ کتنی ہی محبوب وبیش قیمت کیوں نہ ہو فنا پذیر ہے خود اشرف المخلوقات یعنی حضرت انسان کہ جس کے کھرے اور کھوٹے پن کو کل روز قیامت واشگاف کرنے اور جزاوسزا سے گزارنے کیلئے اس دنیا میں بھیجا گیا ہے اسے بھی جلد یابدیر رخت سفر باندھنا ہی پڑتا ہے، فاطر کائنات کا طے کردہ یہ ایسا اٹل قانون ہے جس سے نہ کوئی نبی مستثنیٰ ہے نہ ولی، نہ قطب، کیا عالم، کیا جاہل، کیا امیر، کیا غریب غرض یہ کہ ہر فردِ بشر اپنی حیاتِ مستعار کے ماہ وسال گزار کر مسافرانِ آخرت میں شامل ہو جاتا ہے، پس خوش نصیب ہے وہ مؤمن بندہ جو رب چاہی زندگی گزار کر اس طرح اس دنیا سے رخصت ہو کہ اس کی نفع رسانی اور صالحیت بزبانِ خلق بھی نقارۂ خدا بن کر گونجے، یہ تمہیدی کلمات نوکِ قلم پر بے اختیار اس لئے آ گئے ہیں کہ آئندہ سطور میں جس خدا رسیدہ انسان کا تذکرہ کرنا مقصود ہے وہ اپنے ستھرے کردار وعمل تقویٰ وطہارت اور دین وملت کیلئے سربکف رہنے والے ایسے بافیض عالمِ دین تھے جو صاحبِ نسبت بھی تھے اور سلف کی یادگار بھی، یہ حضرت مولانا قاری محمد ایوب رشیدی قاسمی عماد پوری رحمہ اللہ تھے جو صلاح وتقوی سے بہرہ ور زندگی گزار کر ۱۴/ جون ۲۰۲۲ء منگل کی علی الصبح ہم سے بچھڑ گئے تھے۔

بندہ چونکہ ان دنوں زیارت حرمین شریفین کیلئے پابہ رکاب تھا، مگر حجاز سے واپسی پر جب اس جانکاہ حادثہ کی اطلاع ملی تو گھر جا کر آپ کے فرزند وجانشین جناب مولانا محمد طیب صاحب قاسمی زید مجدہم سے تعزیتِ مسنونہ پیش کی اور تسلی بھرے کلمات کہے، ربِّ کریم کی بارگاہ میں آج بھی یہی مکرر سہ کرر التجا ہے کہ حضرت قاری صاحب مرحوم کو اپنی شایان شان اجر وثواب عطا کر کے انہیں اپنے مقربین میں شامل فرمالیں آمین۔

حضرت مولانا قاری محمد ایوب صاحب کی اس ناچیز کو بھی بڑی قدر تھی، اس لئے کہ ہم نے جب سے ہوش کی دہلیز پر قدم رکھا تو جن فرزندان جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کو از راہِ تعلق حضرت والد بزرگوار مولانا قاری شریف احمد گنگوہی نوراللہ مرقدہ (متوفی ۴؍مئی ۲۰۰۵ء) کی خدمت میں برائے ملاقات آتے جاتے دیکھا ان میں مخدوم گرامی حضرت مولانا مرحوم بھی تھے، والد صاحب سے انہیں بڑی عقیدت ومحبت تھی، طرفین میں اس مخلصانہ تعلق کی مرکزی وجہ یہی تھی کہ مولانا عماد پوری جامعہ کے سابق طالبِ علم اور حضرت والد صاحب کے تلمیذِ رشید تھے انہوں نے اپنے وطنی مکتب سے ابتدائی درجات پڑھنے کے بعد جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کے شعبۂ اجرا فارسی میں داخلہ لیا اور بروایتِ حفص حضرت والد صاحب سے ہی مکمل قرآن پاک کا اجرا کیا، اسی مشق وقرآنی اجرا کا نتیجہ تھا کہ آگے چل کر آپ کی عرفیت بھی قاری صاحب ہی پڑگئی تھی، جبکہ آپ تو درسِ نظامی کے بڑے مقبول استاذ اور ترقی کرتے کرتے بخاری شریف جلد ثانی کی تدریس تک پہنچ گئے تھے، جامعہ کے تعلیمی ریکارڈ کے مطابق ۱۷؍اپریل ۱۹۶۰ء میں آپ یہاں باضابطہ داخل ہوئے اس وقت آپ چودہ پندرہ سال کے تھے، چنانچہ یہاں کے چار سالہ قیام میں آپ نے تجوید اور عربی کے ابتدائی درجات پڑھے، آپ کے دیگر اساتذہ میں حضرت مولانا نسیم احمد غازی مظاہری، حضرت مولانا شبیر احمد فتح پوری اور حافظ شبیر احمد عالم پوری رحمہم اللہ خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔

واضح رہے کہ مولانا عماد پوری جس وقت تحصیل علم کیلئے گنگوہ وارد ہوئے تھے تو جامعہ اشرف العلوم کے قیام پر محض سولہ سترہ سال کا عرصہ گزرا تھا لیکن حضرت والد صاحب کی شبانہ روز کی پیہم محنتوں نے اس کی شناخت کا سکہ بفضل اللہ رائج کردیا تھا جس سے علم ودین کے شیدائیان گنگوہ کی طرف متوجہ ہونے لگے تھے۔

اس وقت تک چوں کہ جامعہ میں شرح جامی ہی منتہی جماعت تھی اس لئے مولانا نے متوسطات کی کتابیں مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور جبکہ منتہی کتب دارالعلوم دیوبند میں اپنے زمانہ کے جلیل القدر اساتذہ کرام سے پڑھیں اور اچھے نمبرات سے کامیاب ہوکر فاضل دارالعلوم دیوبند ہوئے **والحمدللہ علی ذالک**۔

حضرت مولانا قاری ایوب صاحب کی شخصیت وصفات کا انفراد جس نے انہیں نیک نہادی اور شعوری وجدان بخشا وہ آپ کی تواضع، خوش اخلاقی، بےنفسی اور اپنے اساتذۂ ذی شان سے تعلق خاطر کا وظیفہ ہے، وہ جہاں بھی رہے اپنے بڑوں سے مربوط رہ کر علم وکتاب کی روشنی بکھیرتے رہے، انہوں نے

بے ضرر بلکہ نافع بن کر ثابت کیا کہ حقیقی چراغ وہی ہے جس کی روشنی سے تیرگی کے پردے چاک ہوتے ہوں اور وہ صلہ سے بے پرواہ ہوکر اجالا تقسیم کرتا ہو، ذیل کا یہ شعر ان پر صادق آتا تھا۔

کوئی بزم ہو کوئی انجمن یہ شعار اپنا قدیم ہے ۔۔۔ جہاں روشنی کی کمی ملی وہاں اک چراغ جلا دیا

مولانا مرحوم کی شخصیت کے تعمیری عناصر میں غور کرنے اور ان کے روز وشب کے معمولات کا گوشوارہ دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ جہاں انہوں نے ظاہری علوم وفنون کو محنت سے پڑھا پڑھایا تھا دوسری طرف اپنے باطن کو نکھارنے سنوارنے اور معرفت کی سر دانگیٹھی کو گرمانے سے بھی کبھی دریغ نہیں کیا، یہی وجہ ہے کہ آپ کے روحانی مشائخ میں مخدوم العالم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی اور فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنی رحمہم اللہ سابق صدر جمعیۃ علماء ہند جیسے عارفین کاملین شامل ہیں جن کی توجہات وبرکات نے آپ کے فیضان علم کو روشن جہات عطا کی، درحقیقت یہ تزکیۂ نفس ایسا طریقہ ہے جسے اختیار کرنے سے آدمی کندن بن جاتا ہے اور اس کے دل کی دنیا جاگ جاتی ہے۔

شریعت وطریقت کے اسی سنگم نے ہمارے ممدوح کو مجمع الحسنات بنا رکھا تھا اس لئے ان کی محبوبیت بھی ماسوا تھی، انہوں نے مختلف مدارس میں درس وتدریس کے حلقے سجائے لیکن ان کا سب سے طویل پڑاؤ رائے پور کے معروف ادارہ ''مدرسہ فیض ہدایت رحیمی'' میں ہوا جہاں تقریبا چار دہائیاں انہوں نے میراث علم کی تقسیم میں اس طرح گزار دی کہ نہ کسی سے شکوہ نہ گلہ بلکہ راضی برضا اور اپنے کام سے کام رکھنے کی ڈگر پر چل کر سرمایۂ آخرت تیار کرتے رہے اور جب زندگی کی شام ہوئی تو مؤمنانہ شان کے ساتھ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے **رحمه الله رحمةً واسعةً۔**

مجھے یہ تحریر کرتے ہوئے بے پناہ خوشی ہورہی ہے کہ ایسے جید الاستعداد عالم وفاضل مربی استاذ بلکہ عارف باللہ بزرگ شخصیت کی صفات وخدمات کو زیب قرطاس کیا جارہا ہے جن کے نقوش حیات بعد والوں کیلئے سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں اس سے اخلاف کو روشنی میسر آتی ہے اور آگے بڑھنے کا حوصلہ ملتا ہے، اس مبارک خدمت کیلئے آپ کے احسان شناس اہل تعلق تلامذہ خصوصاً آپ کے پسرِ خوش اثر محترم المقام مولانا محمد طیب صاحب عماد پوری تحسین وتبریک کے مستحق ہیں **فجزاهم الله خيراً۔**

ادبیات

قرآن کے نغموں سے دنیا کو سجاڈالو

حضرت مولانا قاری عبدالرؤف بلندشہری
استاذ تجوید وقرأت دارالعلوم دیوبند

اللہ کے اے بندو قرآن کے متوالو
قرآن کے نغموں سے دنیا کو سجاڈالو

توحید کو پھیلادو باطل کو مٹاڈالو پیغام خداوندی تم سب کو سناڈالو
قرآں کی محبت کو ہر دل میں بساڈالو
اللہ کے اے بندو قرآن کے متوالو

اس دولت قرآں کو کیوں چھوڑ کے رسوا ہو اللہ سے رشتہ کو کیوں توڑ کے رسوا ہو
اس رشتۂ زریں کو مضبوط بناڈالو
اللہ کے اے بندو قرآن کے متوالو

تم ہی تو زمانے میں ایثار کے خوگر تھے تم باہمی الفت کے کردار کے خوگر تھے
اس دولت رفتہ کو پھر دل میں بٹھاڈالو
اللہ کے اے بندو قرآن کے متوالو

تم بدر میں حیراں تھے اللہ نے نصرت کی پھر تم نے فتح پائی اللہ کی قدرت تھی
مضبوط تعلق کو پھر دل میں رچاڈالو
اللہ کے اے بندو قرآن کے متوالو

اغیار کا مذہب پر قرآن پہ حملہ ہے کیوں ملت بیضاء کی اب شان پہ حملہ ہے
اٹھو ذرا مذہب کی سچائی جتاڈالو
اللہ کے اے بندو قرآن کے متوالو

انصاف وعدالت کو ہر سمت عیاں کردو اسلام کی سچائی ہر سمت بیاں کردو
اس راہ کے روڑوں کو ٹھوکر سے ہٹاڈالو
اللہ کے اے بندو قرآن کے متوالو

قرآن مقدس پر قربان حیات حزیں تدریس قرآنی سے بہتر کوئی کام نہیں
ناخواندۂ قرآں کو قرآن سکھاڈالو
اللہ کے اے بندو قرآن کے متوالو

ادبیات

یہ صدا ''صدائے حق'' ہے کوئی کیا دبا سکے گا

حضرت مولانا ولی اللہ قاسمی بستویؒ
سابق استاذ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

یہ صدا ''صدائے حق'' ہے کوئی کیا دبا سکے گا یہ ضیاء ''ضیائے حق'' ہے کوئی کیا چھپا سکے گا

تیرا نورِ پاک یارب رہے گا سدا درخشاں جو جلا چراغ حق ہے کوئی کیا بجھا سکے گا

جو ''صدائے حق'' سناکر یہاں تہلکہ مچایا وہ شرابِ علمِ دیں کا یہاں میکدہ سجایا

کبھی وقت آ گیا ہے تو کفن لپیٹے سر سے سرِ عام دینِ حق کا یہاں زمزمہ سنایا

جو سنا ''صدائے حق'' کو بڑا خوش خصال ہے وہ جو پڑھا ''صدائے حق'' کو بڑا با کمال ہے وہ

سرِ عام گمرہوں کو جو ''صدائے حق'' سنائے ہے سپاہی دینِ حق کا بڑا پر جلال ہے وہ

جو ''صدائے حق'' ہے گونجی، ہے صدائے خوش دلانہ یہ ندا جو آ رہی ہے، ہے ندائے دلبرانہ

میں غلامِ مصطفیٰ ہوں میری شان ہے نرالی جو نوائے دل ہے میری، ہے نوائے عاشقانہ

یہ ''صدائے حق'' ولی کی سرِ عام گونجتی ہے ہے سحر میں گونج اس کی سرِ شام گونجتی ہے

یہ زمیں کی پستیوں سے سرِ عرش تک ہے جاتی ہے چمن میں گونج اس کی لبِ بام گونجتی ہے

مطالعات

تعارف وتبصرہ

مفتی محمد ساجد کھجناوری
مدرس حدیث وفقہ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

نام کتاب: کاروان اہلِ حق
مصنف: مولانا مفتی ریاست علی قاسمی رام پوری
صفحات: ٦١٦
قیمت: ۸۰۰/روپئے
ناشر: مکتبۃ العافیہ محلّہ سرائے کہنہ امروہہ یوپی

پیش نظر کتاب ''کاروان اہلِ حق'' صاحبِ علم وفضل حضرت مولانا مفتی ریاست علی قاسمی رام پوری دامت برکاتہم (ولادت یکم مارچ ١٩٦٨) صدر مفتی واستاذ حدیث جامعہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ کے وہ منثور تعزیتی وسوانحی اور معلوماتی شذرات ہیں جو انہوں نے قریب کی تقریباً تین دہائیوں کے درمیان باسٹھ شخصیات پر سپرد قلم فرمائے ہیں، پھران میں بھی ابتدائی ایک درجن کے علاوہ کہ جن سے صرف کتابوں میں ملاقات رہی ہے باقی وہ تمام افراد وشخصیات اور اعلام امت ہیں جن سے کسی نہ کسی درجہ میں فاضل مؤلف کا قریبی علاقہ رہا ہے، انہیں قریب سے دیکھا اور برتا ہے یا پھران سے تلمذ واستفادہ کا گہرا رشتہ رہا ہے، کتاب کی فہرست پرنظر ڈالیں تو ہندوستان کے اولین محدث حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے ان سوانحی وتأثراتی مضامین کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور حضرت مولانا متین الحق اسامہ کان پوریؒ کے تذکرہ پرختم ہوتا ہے، کتاب میں وہ شخصیات بھی شامل ہیں جو اپنے علم وفضل ،فکرونظر اور خدمات دین وملت کے حوالہ سے کسی تعارف کی محتاج نہیں ہیں، جب تلک دین ودانش کے یہ دیوانے اور فرزانے بقید حیات رہے علم وکمالات کے موتی لنڈھاتے رہے، دینی قیادت وامارت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے، اس دنیا سے رخصت ہوئے تو آنکھوں میں آنسو دے گئے، ان کی رحلت پذیری سے ایسا محسوس ہوا کہ ملت یتیم سی ہوگئی، اس کا قیمتی سرمایہ اور متاعِ بیش بہا چھن گیا، نیز وہ سنہرے کردار اور حسین چہرے بھی کتاب کے مشمولات کا حصہ ہیں جو شہرت اور ناموری کی دنیا سے اوجھل رہے

مگر ان کے کام اور خدمات کو دیکھیں تو رشک اور ترغیب کا سودہ سر میں سمائے ، فاضل قلم کار نے بڑی خوبی اور سلیقہ مندی سے ان غیر معروف شخصیات میں بھی تذکرہ نگاری کے کتنے ہی گوشے نکال لئے ہیں جس سے ان تمام مضامین کی اہمیت وافادیت فزوں تر ہوگئی ہے، اور پڑھنے کا لطف دوبالا ہوگیا ہے، زیر قلم شخصیات خواہ کتنی ہی محبوب ودلنواز کیوں نہ ہو جب تلک تذکرہ نویس اس کے فکر وفن اور حیات وخدمات کو کمال ہمدردی اور عظمت کے ساتھ زیب قرطاس نہ کرے معلومات وحقائق کا احاطہ نہ کرے اور معیاری زبان واسلوب کا سہارا نہ لے تو تحریروں میں حلاوت وتاثیر پیدا نہیں ہوتی، مگر اللہ جزائے خیر دے حضرت مفتی صاحب کو کہ انہوں نے جس شخصیت پر قلم اٹھایا ہے خوب داد تحسین دی ہے، معلومات کو قرطاس کے سینہ پر سجاتے وقت تیقظ سے اغماض نہیں برتا ہے، قلم میں روانی بھی اور سلاست بھی، حقیقت شناسی بھی ہے اور عقیدت کی آمیزش بھی، ان کا مطالعہ پختہ ہے تو مشاہدہ بھی قوی، اسی لئے ان کی تحریریں قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں، وہ گذشتہ چار دہائیوں سے قلم وکتاب سے اپنا رشتہ استوار کئے ہوئے ہیں، اس سے پیشتر بھی آپ کی دیگر کتب ''قرآن کریم ایک عظیم دولت'' ''نامور شخصیات'' ''البیان المحقق فی شرح مقدمۃ الشیخ عبدالحق'' ''حضرت فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہی اور ان کے خلفاء عالی مقام'' زیور طبع سے آراستہ ہوکر شائقین تک پہنچی ہیں، جبکہ زیر تذکرہ کتاب تو حال ہی میں شائع ہوکر خراج تحسین حاصل کر رہی ہے۔

حضرت مولانا ریاست علی مدظلہم دارالعلوم دیوبند کے ممتاز فاضلین میں شمار ہوتے ہیں اور فراغت کے بعد سے ہی ملک کے نامور مدارس میں حدیث وافتاء کی نمایاں خدمات انجام دے رہے ہیں، جس کا اعتراف امیر ملت حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا عبدالخالق مدراسی اور حضرت مولانا محمد سلمان بجنوری نقشبندی دامت برکاتہم اساتذۂ دارالعلوم دیوبند نے اپنی تقریظات میں کیا ہے۔

ہمارے لئے دوہری مسرت بایں معنیٰ ہے کہ آپ نے یہاں جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ میں ۱۹۸۲ء سے ۱۹۸۴ء تک درس نظامی کے اوسط درجات محنت اور نیک نامی سے پڑھے ہیں جس کا مفصل تذکرہ آپ نے مذکورہ کتاب میں اپنے محسن اساتذۂ کرام حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب گنگوہی بانی ومدیر جامعہ، حضرت شیخ مولانا وسیم احمد سنسارپوری اور حضرت مولانا رئیس الدین بجنوری وغیرہم کی یادوں کے ذیل میں عقیدت بھرے انداز میں کیا ہے، امید ہے کہ اس کتاب کو بھی شوق کے ہاتھوں لیا جائے گا، کاغذ، کتابت، تجلید اور طباعت سبھی کچھ قابل دید ہے۔

منتخبات

مسائل وفتاویٰ

ادارہ

شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کا باپ کے گھر جانا

سوال: اگر کسی عورت کا خاوند کہیں باہر گیا ہوا ہو اور اس کا والد سخت بیمار ہو تو وہ عورت اپنے باپ کے پاس جاسکتی ہے یا نہیں؟۔

جواب: تیمار داری اور عیادت کے لئے جاسکتی ہے، فقط واللہ اعلم۔

شوہر کی رضامندی کے بغیر گھر سے نکلنے والی عورت کی نماز، روزہ کا حکم

سوال: کوئی عورت صوم وصلوٰہ کی پابند ہو، لیکن اپنے شوہر کی مرضی کے خلاف جہاں دل چاہے چلی جاتی ہو، اس کی نماز، روزہ قبول ہوگا یا نہیں؟۔

جواب: خدا کا فرض (نماز وغیرہ) ادا کرنے کے لئے شوہر کی اجازت کی ضرورت نہیں، شوہر منع کرے تو اس میں شوہر کی اطاعت بھی جائز نہیں، ہاں بغیر شوہر کی اجازت کے اپنی ماں یا بہن وغیرہ کے یہاں کہیں جانے کی اجازت نہیں، کوئی سخت مجبوری ہو تو دوسری بات ہے، فقط واللہ اعلم۔

کتنی مدت تک شوہر بیوی سے الگ رہ سکتا ہے؟

سوال: اگر کوئی شخص نوکری کے لئے سفر کرے تو اپنی جوان عورت کو گھر میں چھوڑ کر کتنے ماہ رہنے سے گنہگار نہ ہوگا اور مرد کے لئے کتنے ماہ کی اجازت ہے؟۔

جواب: صحت، قوت، شہوت، صبر وتحمل کے اعتبار سے عورتوں کے حالات یکساں نہیں، تاہم چار ماہ سے زائد بغیر بیوی کی رضامندی واجازت کے باہر نہ رہے، فقط واللہ اعلم۔

بیوی کی تربیت کا طریقہ

سوال: عورت کو ہر بات اچھی کہی جاتی ہے، یعنی نماز پڑھنے اور اسلام پر پوری طرح رہنے اور خدمت وغیرہ کرنے کو کہا جاتا ہے، لیکن سمجھانے کے باوجود نہیں مانتی، تو اس صورت میں عورت کے ساتھ قرآن وحدیث کے

مطابق کیا کیا جائے؟۔

جواب: کبھی نرمی اور محبت سے سمجھایا جائے، کبھی دنیا میں حسنِ سلوک کا لالچ دیا جائے، کبھی اللہ پاک کے احسانات اور آخرت کی نعمتوں کو یاد دلایا جائے، کبھی غصہ ہو کر اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا چھوڑ دیا جائے، کبھی پاس لیٹنا بند کر دیا جائے، کبھی دو چار ایسے لفظ ناگواری کے کہہ دیئے جائیں جن سے اس کے دل پر اثر ہو، کبھی کمر پر ایک دو چپت مار دیئے جائیں اور اللہ پاک سے دعاء برابر کرتے رہیں کہ وہی مقلب القلوب ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

دو بیویوں کی صورت میں ایک سے زیادہ محبت ہونا

سوال: رفیق کی دو زوجہ ہیں، اس کو ایک زوجہ سے زائد محبت ہے، تو کیا قیامت کے دن اس کا ایک حصہ گرا ہوا ہوگا۔

جواب: اگر محبت ایک زوجہ سے زائد ہے لیکن نفقہ ومعاشرہ میں دونوں کے ساتھ برابری کرتا ہے تو اس کو سزا نہیں ہوگی، فقط واللہ اعلم۔ (از: فتاویٰ محمودیہ)

نامحرم جوان مرد وعورت کا ایک دوسرے کو سلام کہنا

سوال: اکثر ہمارا واسطہ تایازاد، چچازاد، ڈاکٹروں، استادوں اور اسی طرح کے محرم اور نامحرم لوگوں سے پڑتا ہے، جبکہ ایک مسلمان ہونے کے ناطے یہ اچھا محسوس نہیں ہوتا کہ سلام یا ابتدائی کلمات ادا کئے بغیر بات کی جائے، عورت (بالغ ونابالغ) کیا مردوں محرم وغیر محرم کو سلام کرسکتی ہے؟ اگر نہیں تو بات کا آغاز کس طرح کرے؟۔

ایک شخص نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ اسلام کی کون سی صفات بہترین ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ کھانا کھلانا اور ہر شخص کو سلام کرنا خواہ تم اس کو جانتے ہو یا نہیں۔

جواب: نامحرم کو سلام کرنا، جبکہ دونوں جوان ہوں، فتنہ سے خالی نہیں، اس لئے سلام کرنا اور سلام کا جواب دینا دونوں جائز نہیں۔

دیور اور جیٹھ سے پردہ ضروری ہے اس معاملے میں والدین کی بات نہ مانی جائے

سوال: آج کل بہت سے جرائم دیور اور جیٹھ کی وجہ سے ہو رہے ہیں، میری نگاہ سے ایک حدیث گزری ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر دیور بھابھی سے پردہ نہ کرے تو اس پر ہلاکت ہو اور اگر بھابی اس سے پردہ نہ کرے تو اس پر ہلاکت ہو، میں نے جب یہ شرط اپنے گھر میں عائد کی یعنی اپنی بیوی سے دیور اور جیٹھ کے پردہ کے لئے کہا تو میرے گھر والوں نے مجھے گھر سے نکل جانے کی دھمکی دی، دوسری طرف یہ بھی حکم ہے کہ ماں باپ کی

نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے، ایک سنت پر عمل کرنے کے لئے دوسری سنت کو ترک کرنا پڑ رہا ہے، اگر کہیں یہ عمل ہوتا ہے تو معاشرے کے لوگ اسے بے غیرت کہتے ہیں کہ اپنے بھائیوں پر شک کرتا ہے، میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ قرآن وسنت کی روشنی میں اس مسئلہ کا حل بتایا جائے۔

جواب: عورت اپنے دیور جیٹھ کے ساتھ تنہائی میں نہ بیٹھے، چہرے کا پردہ کرے، بے تکلفی کے ساتھ باتیں نہ کرے، ہنسی مذاق نہ کرے، بس اتنا کافی ہے اس پر اپنی بیوی کو سمجھا لیجئے، آج کل چونکہ پردہ کا رواج نہیں اس لئے معیوب سمجھا جاتا ہے، والدین کی بے ادبی تو نہ کی جائے لیکن خدا اور رسول ﷺ کے خلاف کوئی بات کہیں تو ان کے حکم کی تعمیل نہ کی جائے۔

مہندی چوڑی کی رسم

سوال: ایک رسم ''مہندی'' کے نام سے موسوم کی جاتی ہے، ہوتا کچھ اس طرح ہے کہ ایک دن دولہا کے گھر والے مہندی لے کر دلہن کے گھر آتے ہیں اور دوسرے دن دلہن والے دولہا کے گھر مہندی لے کر جاتے ہیں، اس رسم میں عورتوں اور مردوں کا جو اختلاط ہوتا ہے اور جس طرح کے حالات اس وقت ہوتے ہیں وہ ناقابل بیان ہیں، یعنی حد درجہ کی بے حیائی وہاں برتی جاتی ہے، اور اگر کہا جائے کہ یہ رسم ہندوؤں کی ہے اسے نہ کرو تو بعض لوگ تو اس رسم کو اپنے ہی گھر منعقد کر لیتے ہیں، یعنی ایک دوسرے کے گھر جانے کی ضرورت نہیں رہتی، مگر کرتے ضرور ہیں، جوان لڑکیاں بے پردہ ہو کر گانے گاتی ہیں اور بڑے بڑے حضرات جو اپنے آپ کو بہت زیادہ دیندار کہتے ہیں ان کے گھروں میں بھی اس رسم کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔

جواب: مہندی کی رسم جن لوازمات کے ساتھ ادا کی جاتی ہے یہ بھی دور جاہلیت کی یادگار ہے، جس کی طرف اوپر اشارہ کر چکا ہوں اور یہ تقریب جو بظاہر بڑی معصوم نظر آتی ہے بہت سے محرمات کا مجموعہ ہے، اس لئے پڑھی لکھی خصوصاً دیندار خواتین کو اس کے خلاف احتجاج کرنا چاہئے، اور اس کو یکسر بند کر دینا چاہئے، بچی کے مہندی لگانا تو برائی نہیں لیکن اس کے لئے تقریبات منعقد کرنا اور لوگوں کو دعوتیں دینا، جوان لڑکوں اور لڑکیوں کا شوخ انگیز اور بھڑکیلے لباس پہن کر بے محابا ایک دوسرے کے سامنے جانا بے شرمی و بے حیائی کا مجموعہ ہے۔

(ماخوذ از: آپ کے مسائل اور ان کا حل)

روداد چمن

جامعہ اشرف العلوم رشیدی کی ڈائری

ابوفیصل کھجناوری
رفیق ماہنامہ صدائے حق گنگوہ

واردین وصادرین

گذشتہ مہینوں اور ایام میں بھی واردین وصادرین کا سلسلہ قائم رہا، حضرت ناظم صاحب دامت برکاتہم کا ایک زمانہ سے بخارا وسمرقند اور علاقۂ ماوراء النہر کے ان مقامات ومضافات کو دیکھنے، وہاں کی موجودہ دینی وعلمی اور تعلیمی صورت حال کا قریب سے جائزہ لینے اوران اکابر شخصیات واعلام کے مراکز ومساکن اور مزارات کو دیکھنے کا اشتیاق تھا جن کی خدماتِ علم وقلم سے ایک جہان روشن ہوا ہے، کوفہ وبغداد کی طرح یہاں بھی علم وتحقیق کی بساط بچھائی گئی، صحاحِ ستہ اور فقہ وفتاویٰ کے کتنے ہی بلند پایہ مصنفین ومحدثین رجال کار، منقولات ومعقولات کے متبحر علماء اور اصول وفروع پر متاع دین ودانش کی آبیاری کرنے والے نصیبہ ور افراد آج بھی وہاں آسودہ خواب ہیں، سید المحدثین حضرت امام بخاری قدس سرہ وغیرہ کو دیکھ لیجئے جن کے نام وکام کا تذکرہ آتے ہی زبان ودہن بھی معطر ہوجاتے ہیں۔

بہرکیف حضرت ناظم صاحب نے ان تاریخی مقامات کا دورہ کیا اوران کے بارے میں مستند معلومات کا جائزہ لیا، آپ کے دیگر رفقاء سفر میں برادر عزیز مولانا محمد حذیفہ مکی، قاری مشکور احمد رشیدی اور جناب بھائی محمد طاہر دہلوی صاحبان بھی تھے۔

مع ہذا اندرون ملک بھی آپ کے دینی دعوتی اور علمی اسفار رہے، گذشتہ دنوں اطلاع ملی کہ شیخ طریقت، عارف باللہ حضرت مولانا شاہ محمد قمر الزماں الٰہ آبادی دامت برکاتہم علیل ہوگئے ہیں اور ضعف ونقاہت بہت ہے، چنانچہ آپ نے بغرض عیادت اوراپنے شیخ محترم کی مزاج پرسی کیلئے الٰہ آباد کیلئے رخت سفر باندھا، آپ کے ہمراہ

خدام کے طور پر جناب حافظ محمد اکرام کاندھلوی اور قاری مشکور احمد رشیدی مدرسین جامعہ پا بہ رکاب ہوئے، شرکاء سفر نے واپسی پر بتایا کہ حضرت ناظم صاحب کا یہ سفر بھی بہت خوب رہا جس میں حضرت الہ آبادی مدظلہ کی خصوصی شفقتیں وعنایات دستیاب رہیں، بلکہ بعض مجالسِ ذکر کیلئے آپ نے حضرت ناظم صاحب کو بھی مکلّف بنایا۔

اسی طرح مختلف ریاستوں کے دعوتی اسفار رہے جن میں ہریانہ اور اتراکھنڈ کے دینی مدارس ومکاتب وہاں کی محترم دینی وانتظامی شخصیات سے ملاقات کے علاوہ جامعہ کے زیر انتظام چلنے والی شاخوں میں منعقد روحانی اجتماعات میں شرکت رہی۔

دوسری طرف مؤقر مہمانان اور اہل علم افراد کی تشریف آوری ہوئی، جامعہ کے انتہائی مخلص معاون وخیرخواہ حضرت ناظم صاحب کے قریبی محبّ بلکہ مجاز بیعت محترم الحاج شیخ محمد صادق بھیّات مدظلہ کی آمد ہوئی، آپ بڑے ذاکر وشاغل اور خدامست انسان ہیں، سلوک واحسان کے باب میں نفیس ذوق ومجاہدہ رکھتے ہیں، ہندوپاک کے ایک درجن سے زائدہ اہل نسبت بزگروں کے مجاز ہیں، عصر حاضر کی معروف روحانی شخصیت حضرت پیر ذوالفقار نقشبندی دامت برکاتہم کے پیر بھائی ہیں، آپ کی آمد پر زکریا مسجد میں ایک خصوصی مجلس بھی رکھی گئی جس میں تمام طلبہ واساتذہ اور کارکنانِ جامعہ نے شرکت کرکے مہمان مکرم کے ارشادات سے استفادہ کیا۔

حضرت مولانا محمد عمر مجاہد پوری مدظلہ بھی تشریف لائے، آپ صاحبِ نسبت بزرگ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کے تلمیذ رشید ہیں، تقریباً چورانوے سال کی عمر ہے لیکن مشاہدہ ومطالعہ اور یادداشت آج بھی قابل رشک ہے، بانی جامعہ حضرت مولانا قاری شریف احمد رحمۃ اللہ علیہ کے قریبی دوستوں میں ہیں، ریڑھی کے بعد جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد کے نائب مہتمم اور مؤقر استاذ رہ چکے ہیں، آپ کی آمد پر حضرت ناظم صاحب دامت برکاتہم نے خیر مقدمی کلمات کہے اور ضیافت فرمائی، آپ کے ہمراہ خادم خاص جناب مولانا فتح محمد ندوی اور قاری جمال احمد صاحبان بھی تھے۔

دارالعلوم دیوبند کے استاذِ حدیث وادب اور رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ کے ناظم عمومی استاذ مکرم حضرت مولانا شوکت علی بستوی مدظلہ کی بھی آمد ہوئی، آپ رابطۂ مدارس اسلامیہ کے ایک ذیلی پروگرام میں

شرکت کیلئے گنگوہ تشریف لائے تھے، بعدازاں جامعہ میں بھی آپ کا ورود مسعود ہوا اور ادارہ کی جاری ترقیات کے حوالہ سے واقفیت حاصل کی۔

جامعہ مظاہر علوم وقف سہارنپور کے سابق استاذ ومفتی اور شہر آگرہ کے موجودہ نگرانِ دارالافتاء حضرت مولانا مفتی مجد القدوس خبیب رومی مدظلہم بھی کچھ دیر کیلئے تشریف لائے، آپ کے ہمراہ صاحبزادگان کے علاوہ محترم مولانا حکیم فخر الاسلام قاسمی پروفیسر جامعہ طبیہ کالج دیوبند بھی تھے۔

وفیات

اس درمیان دفتر ماہنامہ صدائے حق کو متعدد افراد کی خبرِ وفات ملی، جن کیلئے ایصالِ ثواب کرکے دعائے مغفرت کی گئی اور ناظم جامعہ وشیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ نقشبندی دامت برکاتہم نے بالمشافہ یا فون پر ان کے متعلقین سے اظہار تعزیت کیا۔

جامعہ کے معاون اور خیراخواہ عالی جناب بھائی عبداللہ صدیق جے نگر بنگلور کی والدہ وفات پاگئیں اطلاع کے مطابق مرحومہ صوم وصلاۃ کی پابند اور دینی فکر ومزاج رکھنے والی پارسا خاتون تھیں، جامعہ کے فاضل جناب مولانا محمد عابد رشیدی بسی راؤ کے والدگرامی چودھری انورعلی کا بھی انتقال ہوگیا وہ اپنے علاقہ کے بااثر سماجی افراد میں نمایاں حیثیت رکھتے تھے، جامعہ کے قدردانوں میں سے تھے آپ کے ایک فرزند جناب مولانا رئیس احمد قاسمی رشیدی مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد میں کارِتدریس پر مامور ہیں۔

قصبہ گنگوہ کے نئے مدرسہ دارالعلوم رشیدیہ کے مہتمم جناب مولانا محمد اکرام صاحب زادمجدہم کے والد گرامی الحاج مطلوب احمد قریشی گذشتہ دنوں مختصر سی علالت کے بعد راہیٔ ملک بقا ہوگئے، آپ نہایت صالح اور متقی انسان تھے، مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان جلال آبادی قدس سرہ سے بیعت کا شرف رکھتے تھے، آپ کی اولاد واحفاد نے بھی یہاں جامعہ اشرف العلوم رشیدی کے مختلف درجات کی تعلیم حاصل کی ہے، مولوی مفتی جنید احمد رشیدی مظاہری نکوڑ کے والد محمد اکرام زرگر ایک سڑک حادثہ میں زخمی ہوکر وفات پاگئے، مولانا مفتی انوار خان بستوی مقیم حال دیوبند کے والدگرامی بھی مرحوم ہوگئے ہیں، مدرسہ مفتاح العلوم کے استاذ قاری محمد انعام بونٹوی کے والد

ماسٹر ذوالفقار علی کارکن مدرسہ امدادالعلوم پسونڈہ بھی گذشتہ دنوں وفات پا گئے،انا للہ و انا الیہ راجعون۔

انجمن بزمِ رشید طلبۂ یوپی کے زیرِ اہتمام مسابقۂ خطابت

جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ میں انجمن بزمِ رشید طلبۂ یوپی کے زیرِ اہتمام مسابقۂ خطابت کے عنوان سے ایک اہم پروگرام منعقد ہوا جس کی صدارت جامعہ کے شیخ الحدیث ومہتمم حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب دامت برکاتہم نے فرمائی، جبکہ نظامت کے فرائض صدر انجمن حسین احمد کنڈوی (شریک افتاء) اوران کے معاون محمد اصحاب سیتاپوری (شریک جماعتِ مشکوٰۃ شریف) نے مشترکہ طور پرانجام دئے، اس موقعہ پر بالترتیب اول، دوم، سوم پوزیشن لانے والے طلباء: محمد وسیم کنڈوی، عبدالرحمٰن نواز پوری اور محمد اکبر کنڈوی کوگراں قدر انعامات سے نوازا گیا۔ مسابقہ میں شریک کل بارہ طلباء نے عربی اردواورانگریزی زبان میں سیرتِ نبویؐ، اصلاحِ معاشرہ، بیت المقدس، حیاتِ صحابہ کرامؓ اور ردِفرقۂ باطلہ جیسے عنوانات پر اپنی تقریریں پیش کی، پوزیشن حاصل کرنے والے طلبا سمیت دیگر تمام مساہمین کوحوصلہ افزائی کے طور پر کتابیں اورٹرافی پیش کی گئی، اس مسابقہ میں حکمیت کے فرائض جامعہ کے اساتذۂ حدیث مولانا مفتی محمد احسان رشیدی اور مولانا قاری محمد صابر قاسمی صاحبان نے انجام دیئے، پروگرام کا آغاز محمد حسان کی تلاوت اور محمد مشرف ماجروی کی نعت پاک سے ہوا، جامعہ کے استاذِ حدیث مفتی محمد حذیفہ قاسمی مکی نے تقریب کی نوعیت پر روشنی ڈالی۔ دورانِ پروگرام صدر انجمن نے وقفہ وقفہ طلبا سے مختلف سوالات کئے اور درست جوابات دینے والوں کو بھی انعام سے نوازا گیا، پروگرام کا اختتام جامعہ کے مدرس حدیث مولانا میزان احمد صاحب کی دعاء پر ہوا۔ خصوصی شرکاء میں جامعہ کے نائب مہتمم جناب مولانا قاری عبیدالرحمٰن قاسمی، حضرت مولانا محمد سلمان گنگوہی، مفتی محمد ساجد کھجناوری، مولانا ابوالحسن مظاہری، الحاج حافظ محمد کامل، مولانا اویس الرحمٰن رشیدی، قاری مشکور احمد رشیدی، مولانا رئیس احمد گنگوہی، قاری محمد عالمگیر قاسمی، قاری تیمور عالم قاسمی، قاری محمد ارشاد رشیدی، مولانا محمد ادریس رشیدی ندوی، قاری محمد اسلم رشیدی، ماسٹر محمد مستقیم، فیصل عثمانی دیوبندی وغیرہم کا نام شامل ہے۔ پروگرام کو کامیاب بنانے میں محمد بابر بن شکیل گنگوہی، محمد مزمل کوٹ دواری، جنید احمد سجوڑوی، محمد اعظم اسلام نگری اور محمد جنید نانوتوی نے بطورِ خاص حصہ لیا (بہ شکریہ صحافی بلال احمد بجرولوی)۔

کل تعداد طلبۂ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ ۱۴۴۵ھ

شعبہ	تعداد	شعبہ	تعداد
شعبۂ افتاء	3	تعداد جونیئر ہائی اسکول	67
جماعت دورۂ حدیث شریف	90	تعداد پرائمری	306
جماعت مشکوۃ شریف	80	نعمت الصالحات (گرلز) جونیئر ہائی اسکول (محلّہ غلام اولیاء)	300
جماعت مختصر المعانی	17	نعمت الصالحات (گرلز) جونیئر ہائی اسکول محلّہ کوٹلہ	210
جماعت شرح جامی	12	شاخ فیضان رشید (متصل مزار حضرت گنگوہیؒ)	73
جماعت کافیہ	28	دار العلوم نانوتہ شاخ جامعہ اشرف العلوم رشیدی	15
جماعت میزان الصرف	30	دار التوحید والسنۃ مقام کلیر شاخ جامعہ اشرف العلوم رشیدی	30
شعبۂ اجراء فارسی	83	کل تعداد مقامی طلبہ	1,001
شعبۂ حفظ	175	کل تعداد طلبہ	1554
دار العلوم نانوتہ درجۂ حفظ	35		
کل تعداد بیرونی طلبہ	553	کل تعداد مدرسین وملازمین	100

جامعہ کے اہم فوری منصوبے اور خرچ کا تخمینہ

منصوبہ	تخمینہ
دار الطعام برائے طلبہ جامعہ ہذا۔	27,00000
جامعہ نعمت الصالحات (گرلز ہائی اسکول) کی تعمیر۔	60,00000

اپیل:

ملت کے دردمند غیور اور مخیّرین حضرات سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ وہ ادارہ کے ان تمام منصوبوں کی تکمیل کیلئے ادارہ کی تعمیرات وترقیات میں بھرپور حصہ لیکر عنداللہ ماجور وعندالناس مشکور ہوں اور ادارہ کی حفاظت وترقی کیلئے اپنی مخصوص دعائیں اور توجہات بھی مبذول فرمائیں،

جزاکم اللہ خیرا فی الدارین (ادارہ)۔

جہانِ کُتب

رئیسِ جامعہ ونگرانِ اعلیٰ

حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب نقشبندی دامت برکاتہم کی

بعض اہم تصنیفات

مطبوعہ

(۱) سید المحدثین
(۲) تذکرہ اکابر گنگوہ (دو جلدیں)
(۳) تحفۂ مؤمن
(۴) فضائل سید المرسلین
(۵) فضیلتِ علم وحکمت
(۶) فوائدِ شریفیہ
(۷) تصوف کیا ہے؟
(۸) فضیلتِ تقویٰ
(۹) کیا ذکرِ جہری حرام یا مکروہ ہے؟
(۱۰) راہِ عمل (عربی)
(۱۱) راہِ عمل (اردو)
(۱۲) راہِ عمل (انگلش)
(۱۳) خیر الکلام فی مسئلۃ القیام
(۱۴) ایمان اور اسکے تقاضے
(۱۵) خطباتِ سیف اللہ (۲ جلدیں)
(۱۶) ایمان کے باغات (۳ جلدیں)
(۱۷) مکاتیب حضرت شیخ محمد زکریا صاحبؒ
(۱۸) عمامہ کی عظمت وافادیت
(۱۹) اللہ کے راستے
(۲۰) ذکر اللہ کی عظمت واہمیت
(۲۱) امت کے لئے چھ اہم اصول (مکمل ومدلل)
(۲۲) مکتوبات فقیہ الامت (حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ)

غیر مطبوعہ

(۲۳) فضائل دعوت وتبلیغ
(۲۴) جامع ترمذی کی شرح
(۲۵) جبال علم وعمل
(۲۶) قبائح تکبر، محاسن تواضع
(۲۷) الایمان ومتطلباتہ (عربی)
(۲۸) تحفۃ المسافرین
(۲۸) قرآن کریم کی سورتوں کا خلاصہ

ناشر مکتبۂ شریفیہ گنگوہ

جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ، سہارنپور یوپی
9457618591